اهل السنة
Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

September 2022 | ستمبر ۲۰۲۲ء

- زمینی ستاروں کی قدر کرو!
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر
- آزمائش: رحمت یا زحمت
- ایصالِ ثواب سے متعلق ضعیف ومردود روایات

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی | 128 | نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

بدشگونی کا علاج کیا ہے؟

''نہ جانے آج صبح کس کا منہ دیکھا تھا کہ سارا دن بہت برا گزرا''۔

''یار آپ اپنے سرہانے آئینہ رکھا کرو اور صبح اٹھ کر سب سے پہلے اپنا منہ دیکھا کرو''۔

یہ مکالمہ بظاہر بدشگونی کا وہم رکھنے والوں کے لئے دنداں شکن جواب معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جواب شرعی اور عقلی دونوں اعتبار سے درست نہیں۔ عقلی طور پر اس لیے درست نہیں کیونکہ کوئی توہم پرست شخص واقعی اگر اپنے سرہانے آئینہ رکھنے لگے اور صبح اٹھ کر سب سے پہلے اپنا منہ دیکھا کرے اور اس کے باوجود اس کا دن برا گزرے تو کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے آپ کو منحوس تصور کرنے لگے گا اور یہ جواب اس کی بیماری کا علاج ہونے کے بجائے ایک نئی بیماری پیدا کرنے کا سبب ہو جائے گا۔

شرعی طور پر اس جواب کی نادرستگی بہت واضح ہے کیونکہ کسی برائی کا رد شرعی ضابطہ سے کرنا چاہیے نہ کہ من مانی طور پر اور ہوائے نفس کے مطابق۔ بدشگونی کی تردید میں شرعی ضابطہ یہ ہے کہ اللہ پر توکل پیدا کیا جائے، اللہ سے بدظنی کے بجائے حسن ظن پیدا کیا جائے اور تقدیر پر ایمان کو زیادہ کیا جائے اور یہ یقین مستحکم کیا جائے کہ اللہ کی اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، ہر خیر وشر میں بندوں کے لئے امتحان اور آزمائش ہے۔ بدشگونی خواہ اپنے آپ سے ہو یا دوسرے سے ہو کافرانہ، مشرکانہ اور جاہلی طریقہ ہے جس سے توبہ کرنا اور جسے پوری طرح ترک کر دینا ہم پر فرض ہے۔ واللہ اعلم

عبد الهادی بن عبد الخالق مدنی (سعودی عرب)

Ahlus Sunnah

Volume No.10, Issue No.128, September, 2022

ماہنامہ

ستمبر ۲۰۲۲ء

جلد: ۱۰
شمارہ: ۱۲۸

فی شمارہ Rs. 30/-
سالانہ Rs. 300/-

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● **گرافک ڈیزائنر** : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نورالحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No: 102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch
Add: Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836
Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفھم سلف الأمۃ

زمینی ستاروں کی قدر کرو!	حافظ خلیل الرحمن سنابلی	05
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر (قسط ثانی)	مولانا عبدالرحمن مئوی اعظمی	07
بے بنیاد روایات	ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی	15
عزت وذلت دینے والا اللہ ہے	ابوسفیان ہلالی	17
تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما (نویں قسط)	کفایت اللہ سنابلی	19
آزمائش: رحمت یا زحمت (قسط ثانی)	عتیق الرحمن عبیدالرحمن سلفی	27
ایصالِ ثواب سے متعلق ضعیف ومردود روایات	ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی	32
آصف حسین رافضی اپنی تحریر کے آئینے میں ------(قسط ثالث)	انصاری محبوب	45
علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب "صحیح الادب المفرد" سے متعلق طاہر قادری کا مغالطہ	کفایت اللہ السنابلی	48

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

زمینی ستاروں کی قدر کرو!

حافظ خلیل الرحمن سنابلی

دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر اللہ کی جانب سے فرض ہے اور اسی بنا پر اس امت کو خیر امت کا خصوصی لقب بھی دیا گیا لیکن ہر ایک کے لیے حدود وقیود مقرر ہیں، انبیاء ورسولوں کی آمد کا جب سلسلہ چل رہا تھا تو اصل ذمہ داری ان کی تھی، انہوں نے مکمل طور سے اللہ کی باتیں اس کے بندوں تک پہنچا دیں، خیر کے تمام راستے دکھا دیئے، گناہوں وور برائیوں سے بھی آگاہ کر دیا اور ان کا ساتھ ان کے اصحاب اور ساتھیوں نے دیا، لیکن یہ مبارک سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد دعوت وتبلیغ کی یہ ذمہ داری بطورِ خاص علماء کے حوالے کر دی گئی اور انہیں وارثینِ انبیاء کا خطاب بھی ملا، اس مشن اور ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ہر دور اور ہر زمانے میں انہوں نے اپنی بساط بھر کوششیں کیں، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، لیکن یہ راستہ ایسا ہے کہ یہاں ہر اک موڑ پر نیت کا امتحان ہے، درس، بیان، خطبہ، تحریر، تقریر یا اس میدان سے متعلق کوئی بھی چیز ہو نیّت کا درست ہونا بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے، شیطان ہمیشہ پیچھے پڑا ہوا رہتا ہے، دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے کہ آج تو ایسا بول دو کہ پبلک واہ واہ کر بیٹھے، جھوم جائے، نمبرون خطیب سے لوگ پکارنے لگیں، فلاں جگہ مت جاؤ لوگ ایسے ہیں ویسے ہیں، فلاں جگہ چلے جاؤ کیونکہ وہاں کے سیٹھ صاحب بلا رہے ہیں جو بہت پہنچ والے ہیں اور تم ان کی ناراضگی مول نہیں لے سکتے وغیرہ وغیرہ، غرض یہ ہے کہ ہر قدم پر نیت کا امتحان چل رہا ہوتا ہے، ذرا سی لغزش ہوئی اور ساری محنت، ساری کوششیں اور سارا وقت خسارے اور نقصان کے خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

یہ میدان ایسا ہے کہ یہاں عوام علماء کو سننے سے زیادہ انہیں اور ان کے خطاب کو پرکھتی ہے، امتحان لیتی ہے اور ان کی علمی لیاقت چیک کرتی ہے کہ اگر بولنے میں ذرا سی چوک ہوئی، زبان پھسل گئی، کچھ کا کچھ نکل گیا تو یہی لوگ ہاتھ منہ دھو کر، وضو کر کے بلکہ مکمل غسل کے ساتھ ایسے تیار رہتے ہیں کہ اس چھوٹی سی چیز کو پہاڑ کی شکل دے دیتے ہیں، اس مسئلے کا ہوّا بنا دیتے ہیں، شخصیت داغ دار کر دیتے ہیں، ذات پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے اور پھر ساری زندگی اسی ایک چیز یا بات کو لے کر طعن وتشنیع کے نشتر چلائے جاتے ہیں۔

کسی عالم کے پاس کہیں سے فون آ جائے یا کسی مقام سے بلایا جائے اور اس عالم کی جانب سے جائز عذر کی بنا پر انکار کر دیا جائے کہ ایسا مسئلہ ہے اس لیے معذرت قبول کریں، میں آپ کے یہاں نہیں آ سکتا تو لوگ اسے بہانہ کہتے ہیں، اس عالم کو مغرور سمجھ لیتے ہیں، انا پرست کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کی جانب سے تھوڑی سی جرأت اور بڑھتی ہے تو

متکبر کا خطاب بھی مل جاتا ہے۔

عالم ایک لمبا سفر کر کے اور اپنے وقت کی قربانی دے کر کہیں پروگرام میں جائے اور وہاں اگر اپنی محنت، وقت اور حاضری کے بدلے جائز محنتانہ کا مطالبہ کر دے یا کوئی جائز اور قابل قبول رقم فکس کر دے تو لوگ مال کا حریص کہتے ہیں، فوراً اللہ رسول کا حوالہ دیتے ہیں کہ اللہ کے لیے کرتے ہو یا پیسوں کے لیے؟

جیسے کچھ پیٹ پرست مولویوں نے اللہ رسول کے نام پر قوم کو الّو بنا بنا کر ان کے مال کو ہڑپ رکھا ہے ویسے ہی اللہ رسول کے نام پر ائمہ، علماء اور دعاۃ کو قوم نے بہت ٹھگنے کا کام کیا ہے، اس معاملے میں علماء اور دعاۃ کا اتنا استحصال کیا گیا ہے کہ پوری تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ دعوت وتبلیغ کا میدان بڑا کٹھن اور دشوار ہے، کانٹوں کے راستے پر چلنے جیسا ہے، جگہ جگہ لوگ دل دُکھانے اور قلبی اذیت دینے کا کام کر جاتے ہیں، اس میدان میں رہنے کے لیے صبر بہت ضروری ہے اور اسی لیے تو صبر کو عزیمت کا کام کہا گیا ہے، صبر نہ ہو تو کئی دفعہ لوگوں کا رویہ اتنی تکلیف دے جاتا ہے کہ یہ میدان ہی چھوڑ کر فرار کا راستہ اختیار کر لیا جائے۔

اللہ اور رسول کی باتوں کو امت تک پہنچانے کے راستے میں علماء سے زیادہ بڑا کردار اور کسی نے ادا نہیں کیا ہے، اپنی بساط اور طاقت کے مطابق قرآن وحدیث کی باتیں لوگوں تک پہنچانے میں لگے رہتے ہیں، یقین مانیں کہ سماج میں جو بھی چھوٹی بڑی نیکیوں کے مظاہر دیکھنے ملتے ہیں وہ اللہ کی توفیق کے بعد انہی علماء ودعاۃ کی کوششوں کے نتائج ہیں، ان کی قربانیوں کی بدولت سماج میں روشنی ہے، اگر درمیان سے یہ علماء اور ان کی قابل قدر خدمات، کوششیں اور قربانیاں نکال دی جائیں تو پھر قومِ مسلم کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اس لیے اللہ کے واسطے ان علماء کا مقام سمجھیں، ان کی کوششوں کا احترام کریں، ان کے کاموں کی قدر کریں، ان کے جائز حقوق ادا کریں، پورے کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور ہاں یہ دو باتیں ان کے تعلق سے ہمیشہ یاد رکھیں، پہلی کہ یہ بھی انسان ہی ہیں اگر ان سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو درگزر سے کام لیں رب آپ کو بھی معاف کرے گا اور دوسری بات یہ کہ ان کی نیتوں پر حملہ نہ کریں کہ یہ پیسے کے لیے یا کسی دنیاوی مفاد کو سامنے رکھ کر یہ سب کرتے ہیں، نیتوں کے مالک آپ نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے، جو نیتوں کا مالک ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

نوٹ: کوئی اسے مجھ سے متعلق کوئی خصوصی حادثہ نہ سمجھے، بس یہ چند باتیں ذہن اور دل کی آواز ہیں جنہیں الفاظ کے پیرائے میں ڈھال دیا گیا ہے تاکہ کچھ لوگوں تک ہی سہی یہ باتیں پہنچ جائیں اور ممکن ہے کہ ان کے ذہن ودماغ اور قلب وجگر میں علماء، ائمہ اور دعاۃ کے حوالے سے محبت کا جذبہ بیدار ہو جائے۔

(قسط ثانی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح اور رخصتی کی عمر

مولانا عبدالرحمٰن مئوی اعظمی ۔ ومولانا ابوالقاسم قدسی

دوسرا سوال اور اس کا جواب:

دوسرا سوال جو اس موقع پر کیا جاتا ہے کہ ۹ر برس کی لڑکی صحیح معنی میں دلہن بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی۔ اس سوال کا جواب خود واقعات دینے کو تیار ہیں۔ اگر کسی کی نظر ہی وسیع نہ ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔ ہم نے خود اپنے اس زمانہ میں بعض واقعات اس قسم کے سنے ہیں کہ فلاں مقام پر اس عمر کی کمسن لڑکی حاملہ پائی گئی یا اس کو وضع حمل ہوا ہے۔ اخبارات میں بھی ایسے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ہم اس موقع پر ائمہ اسلام کی شہادت پیش کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے یہ لکھا ہے کہ اس سن کی عورتیں حاملہ یا ذات الولد پائی گئیں۔ چنانچہ دارقطنی جو حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں عباد بن عباد المہلبی کا بیان مذکور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"أدركت فينا يعني المهالبة امرأة صارت جدة وهي بنت ثمان عشرة سنة ولد لتسع سنين ابنة فولدت ابنتها لتسع سنين فصارت هي جدة وهي بنت ثماني عشره سنة"

"میں نے اپنی قوم مہالبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اٹھارہ برس کی عمر میں نانی بن گئی تھی۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ خود اس کو ۹ر برس کی عمر میں لڑکی پیدا ہوئی اور پھر وہ لڑکی ۱۸ر برس میں لڑکے والی ہوگئی اور اس طرح سے ۱۸ر برس میں نانی بن گئی" [سنن الدار قطني: ج: ٤، ح: ٣٨٨١]

اصل یہ ہے کہ لڑکے لڑکیوں کا شباب و بلوغ صرف عمر ہی پر موقوف نہیں۔ زیادہ تر ملکی آب و ہوا اور جسمانی نشو ونما کا بھی اس میں بہت کچھ دخل ہے، ایک ہی ملک کے قوی الاعضاء اور نحیف الاعضاء میں چار چار، چھ چھ برس کا فرق پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات چھوٹا لڑکا یا لڑکی بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں اور بڑے ابھی برسوں پڑے رہ جاتے ہیں، امام شافعی جو ائمہ اربعہ میں جلیل القدر امام ہیں، آپ کا چشم دید واقعہ نقل کیا جاتا ہے:

"أنه رأى جدة بنت إحدى عشرين سنة وإنها حاضت لاستكمال تسع ووضعت بنتها لاستكمال عشر ووقع بنتها مثل ذلك"

"آپ نے دیکھا کہ ایک عورت اکیس برس کی عمر میں نانی بن گئی۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ نویں برس میں حیض آیا، دسویں برس میں لڑکی جنی اور اس لڑکی کا حیض وحمل بھی اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس سے اکیس برس کی عمر میں نانی

کہلانے لگی'' [فتح الباری : ج:٤،ص:٢٧٧]

اسی طرح صحیح بخاری میں بھی حسن بن صالح کے ذریعہ ایک واقعہ مذکور ہے، ان کا بیان ہے کہ:

''كنت أدركت جارة لنا جدة بنت إحدىٰ و عشرين''

''میں نے اپنے پڑوس کی لڑکی کو دیکھا کہ وہ اکیس برس کی عمر میں نانی ہوگئی تھی'' [صحیح البخاری : ج:٣، ص:١٧٧،باب بلوغ الصبيان و شهادتهم]

ان واقعات اور حالات کے معلوم کر لینے کے بعد غالباً اس عمر میں عورت کے بلوغ میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا، ہاں یہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ علی العموم اس سن میں بہت کم عورتیں بالغ پائی جاتی ہیں مگر اس سے یکدم نفی کا ثبوت کیونکر ہوسکتا ہے اور خاص کر ایسی لڑکی کی نسبت جس کی جسمانی اور روحانی نشو ونما کا کمال سب پر ظاہر ہو۔

ہاں ممکن ہے کہ کسی کو اس واقعہ سے شبہ پڑے کہ آپ کی کم سنی اور جھولا وغیرہ کا ذکر آپ کے بلوغ کو تسلیم کرنے سے مانع ہے تو اس کے جواب میں آپ کی توجہ عہد رفتہ کی طرف منعطف کرنے کا مشورہ دیں گے اور اس زمانہ کی سادگی اور معاشرتی حالات کی طرف غائر نظر ڈالنے کی رائے دیں گے، جس سے تمام شکوک رفع ہو جائیں گے۔

تیسرا سوال اور اس کا جواب:

اس موقع پر تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا کوئی اور لڑکی اس سے زیادہ سن کی آپ کو نہیں مل سکتی تھی؟ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ہاں ضرور مل سکتی تھی لیکن وہ فضل وکمال جو آپ کے شامل حال تھا، وہ کیونکر کسی اور میں مل سکتا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی بیویاں آنحضرت کی عقد میں تھیں لیکن کوئی بیوی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں ہوئی۔ ہم نے جو اوپر آپ کے حالات میں ائمہ کرام کے کلمات کو پیش کیا ہے اس سے ہر شخص آپ کی قابلیت کا بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ صرف اہل اسلام میں معزز ومحترم تسلیم کیے جاتے تھے بلکہ کفارِ عرب نے بھی ہمیشہ آپ کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ آپ کا یہ واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے تنگ آ کر جب حبشہ کی طرف اوّل اوّل ہجرت کرنا چاہا تھا اور اس قصد سے آپ مکان سے نکل چکے تھے تو راستہ میں ابن دغنہ سردارِ قبیلہ آپ سے ملا۔ اور اسے جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ترکِ وطن کر کے اور جگہ جانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو راستہ سے واپس لایا اور کہا کہ آپ جیسا شخص بھی قوم سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

مقامِ غور ہے کہ کفارِ عرب جو دین اسلام کے سخت ترین دشمن اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ایسی حالت

میں ایک ایسے شخص کو جو اسلام کا سخت فدائی اور دین کا کامل جاں نثار ہے، اس کو ان کی قوم کا سردار راستہ سے واپس بلا رہا ہے۔ کوئی شخص اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ عرب میں آپ کس شان وشوکت اور عزت ووقار کے مالک تھے۔ اس سے یہ واضح ہے کہ عرب میں آپ کی شخصیت ایک بےنظیر شخصیت تھی اور مذہبِ اسلام میں تو اہل حق کا اس امر پر کامل اتفاق ہی ہے کہ:

"إن أفضل الناس بعد الأنبياء بالتحقيق أبوبكر الصديق"

"یقیناً انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں"

ایسے عظیم الشان اور معزز خاندان کی لڑکی جو خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے جسمانی اور روحانی محاسن سے بھی مالا مال ہو۔ کیا ایسی معزز خاتون بجز نبی کے کسی اور کے لائق ہوسکتی تھی۔ اور کیا کوئی دوسری لڑکی ان تبلیغی فرائض کی انجام دہی کرسکتی تھی۔

اس کے علاوہ ایک نہایت اہم مصلحت یہ بھی تھی کہ دنیا آگے چل کر یہ نہ کہہ سکے کہ ایسا اولوالعزم نبی باوجود متعدد نکاح وبیاہ کے کسی باکرہ لڑکی سے ہم آغوش نہ ہوسکا۔ جیسا کہ کفارِ عرب نے آپ کے سامنے آپ کے چچا ابوطالب کی معرفت آپ کو راہ حق سے روکنے کے لیے آخری تدبیر پیش کرتے ہوئے کہا:

آپ اگر حکومت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کرنے کو تیار ہیں، مگر آپ ہمارے مذہب کی تردید سے باز آجائیں۔

اگر آپ مال چاہتے ہوں تو ہم تمام قبائل آپ کے لیے اس کا انتظام کردیں گے۔ مگر آپ ہمارے مذہب کی توہین نہ کریں۔

اگر آپ ہماری لڑکیوں میں سے کسی لڑکی کو چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار دیتے ہیں کہ اَعیانِ قریش کے خاندان سے بہتر سے بہتر لڑکی منتخب کرسکتے ہیں، مگر ہمارے مذہب کی مخالفت نہ کریں۔

یہ وہ چیزیں تھیں جو آپ کو مذہبِ اسلام سے روکنے کے لیے آپ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ مگر آپ نے اس کے جواب میں جو چچا سے عرض کیا ہے، وہ تمام دنیا کے لیے مقامِ فکر ہے، فرمایا:

اے چچا! اگر میری قوم میرے ایک ہاتھ پر آفتاب (سورج) اور دوسرے پر ماہتاب (چاند) رکھ دے تو پھر بھی میں اَحکامِ الٰہی کی تبلیغ سے باز نہیں آسکتا۔

آپ کی اس ثبات قدمی اور اولوالعزمی کے صلہ میں اللہ نے دولتِ حکومت کے ساتھ عرب کے بہترین سردار کی قابل ترین لڑکی کو بھی آپ کے عقد میں عطا فرمایا جس سے درج ذیل مصالح کی تکمیل باحسن وجوہ عمل میں آئی:

(۱) مسلم خواتین کی اہم اور ضروری مصلحتیں آپ کے ذریعہ انجام پذیر ہوئیں۔

(۲) آپ نے صنفِ نازک میں اس امر کا حوصلہ بتلایا کہ ایک لڑکی عقل وشعور سے کام لے اور محنت کرے تو علم وفضل میں نمایاں مرتبہ پاسکتی ہے۔

(۳) نبی جس طرح اُخروی نعمتوں سے سرفراز ہوگا، دنیا بھی اس کی خواہش اور ارادہ سے زیادہ، اس کی خدمت کے لیے موجود تھی۔

(۴) آپ کی عزت وشرافت کا معیار اس قدر اعلیٰ اور اہم تھا کہ عرب کا بڑے سے بڑا سردار اپنی کمسن بچی کو آپ کے عقد میں دے دینا بھی اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا تھا۔

(۵) دنیا سے بے رغبتی آپ کی کسی مجبوری/عاجزی پر منحصر نہ تھی بلکہ آپ کا زہد وتقدس آپ کو دنیا سے دور رکھے ہوئے تھا۔ ورنہ دنیا آپ کی تمام خواہشات کے لئے آپ کے قدم مبارک پر سرنگوں تھی۔

مزید شُبہات:

متفق علیہ احادیث کی تکذیب کوئی معمولی گناہ نہیں ہے۔ انہی پر اسلام اور قرآنی احکام کا دار و مدار ہے۔ اگر ایسی ہی درایت سے آج روایتوں کی تکذیب ہونے لگے تو کل قرآن مجید بھی اسی نام نہاد درایت کے قربان گاہ پر چڑھ جائے گا اور ساری دنیائے اسلام میں الحاد و نیچریت کا نقارہ بجنے لگے گا اور ہمارے اسلام کے پیچھے پڑی ہوئی قوم خود ہمارے ہاتھوں کامیاب ہوجائے گی۔

ہر چند کہ اس کے بعد کچھ بھی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ اس کے متعلق کچھ مزید لکھا جائے مگر چونکہ مضمون نگار حضرات نے اس خلافِ واقعہ تحقیق پر اعتماد رکھتے ہوئے کچھ اور دلائل عقلیہ بھی لکھے ہیں جو بناء فاسد علی الفاسد ہونے کے علاوہ احادیث سے حد درجہ بدگمان کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ان کی مزعومہ درایت پر بھی نظر ڈال لینا مناسب سمجھتے ہیں اور ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جواب بھی لکھتے ہیں:

مدعی کی پھلی دلیل اور اس پر تنقید:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات سے حضور ﷺ کو تبلیغی تکلیفات کے علاوہ گھر کی ویرانی کی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ خانہ داری کا انتظام تتر بتر ہورہا تھا اور گھر میں بال بچوں کا سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایسے حالات میں ضروری تھا کہ گھر کے انتظام کے لیے ایک قابل جوان عورت ہو نہ کہ ۶/ برس کی بچی عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جو اکثر راویوں کے نزدیک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوا، اور بالفرض اگر یہی سچ ہو کہ سودہ رضی اللہ عنہا ہی کا پہلے نکاح ہوا تو وہ بے چاری بوڑھی، بھاری بھر کم تھیں جن کا ہلنا جلنا بھی مشکل تھا گھر کا کام کیا کرسکتی تھیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ بلاشبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات سے آپ کی اندرونی وبیرونی مشکلات میں اضافہ ہو گیا تھا اور خانہ داری کے انتظام کے لئے ایک قابل عورت کی بروقت ضرورت بھی تھی۔ لیکن اس کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ بوقتِ ضرورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خانہ آباد بھی ہو گئی تھیں حالانکہ آپ خود پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں نکاح ہوا اور ہجرت کے دو سال بعد مدینہ میں رسول اللہ کے گھر میں آباد ہوئیں۔ پس آپ ہی بتلائیں کہ انتظام کی ضرورت تو بروقت مکہ میں ہوا اور منتظمہ دو سال کے بعد گھر میں قدم رکھے۔ وہ بھی مکہ کے بجائے مدینہ میں۔ پھر تو ویران گھر ویران ہی رہا یا آباد ہو گیا۔ اب آپ حضرات کی وہ خانہ آبادی والی مصلحت اور بال بچوں کی نگرانی کی ضرورت کہاں گئی اور بالخصوص اس صورت میں کہ آپ حضرات نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قبل گھر میں آنا ہی ممنوع قرار دے رکھا ہے جو خلافِ تحقیق کے ساتھ ساتھ عقل کے بھی خلاف ہے۔

اصل یہ ہے کہ:

اوّلاً: تو حضور ﷺ کے گھر کا انتظام کوئی بڑا بھاری انتظام نہیں تھا اور نہ زیادہ بال بچے۔ ایک حضرت فاطمہ کبریٰ جو بقول آپ کے ۱۶/۱۵ برس کی تھیں۔

ثانیاً: جو کچھ بھی ہوا انتظام کے لیے اور بال بچوں کی نگرانی کی خاطر سن رسیدہ تجربہ کار عورت کی ضرورت ہوا کرتی ہے جس کو سب جانتے ہیں اور اس کے لیے حضرت سودہ بروقت کافی ہو گئیں۔ انہی سے پہلے نکاح بھی ہوا اور یہی پہلے آباد بھی ہوئیں۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷ میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کے پاس حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ آپ ﷺ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا:

"أجل كانت أمّ العيال وربة البيت" "ہاں وہ بچوں کی ماں اور گھر کی منتظمہ تھیں اور اب کوئی نہیں"

تب خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تجربہ کاری اور سن رسیدگی کا تذکرہ کر کے اجازت مانگی کہ اگر حکم ہو تو میں درمیان میں پڑوں۔ چونکہ آپ کو سردست ایسی ہی اہل بیت کی ضرورت تھی، آپ نے اجازت دی۔ بات پختہ ہو گئی، نکاح ہوا اور مکہ ہی میں خانہ آباد ہو گئیں۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف خیال کیا گیا، اس لئے کہ آپ کو ازغیب بشارت ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے پیغام دیا اور اس وقت آپ کی عمر ۶ برس کامل ہو کر ساتویں برس میں داخل ہو چکی تھی (اسی وجہ سے آپ کی

عمر کی بابت چھ برس اور کہیں سات برس کا ذکر آتا ہے) نہ اس وجہ سے کہ آپ سے گھر کا کام چلے گا بلکہ محض مبشر من اللہ ہونے کی وجہ سے۔[کذا فی الطبقات والا ستیعاب]

اس نکاح سے بشارتِ ربانی حاصل کرنا مطلوب تھا، نہ کہ خانہ آبادی۔ ہاں جن سے کام چلنے والا تھا، وہ خانہ آباد ہوگئیں یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور روایۃً یہی صحیح ہے۔

بالفرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے ساتھ پہلے نکاح ہونا مان لیا جائے اور وہ بھی بقول آپ کے زیادہ سے زیادہ سولہ برس کی عمر میں تو اس سے حضورﷺ کا کیا کام چلا۔ کیونکہ ان سے تو گھر آباد ہوا مدینہ میں اور بروقت ضرورت تھی مکہ میں۔ پس ان سے پہلے نکاح ہوا تو کیا، نہ ہوا تو کیا؟ اس کی عمر میں یا اس کی شادی میں! فافھم۔

باقی آپ کے یہ الفاظ کہ وہ بے چاری بڑھیا بھاری بھر کم جن کے لیے ہلنا جلنا بھی مشکل تھا، بھلا گھر کا کام کیا کر سکتی، خلاف تہذیب ہونے کے علاوہ کسی قدر خلافِ واقعہ ہے۔ کیا نعوذ باللہ وہ اپاہج تھیں یا گھر میں کدال چلانی تھی۔ کیا آپﷺ کی دل دہی، گھر کے معمولی انتظام اور بچوں کی دیکھ بھال سے بھی قاصر تھیں۔ پھر تو آپﷺ نے ان سے نکاح کر کے اپنی مشکلات میں ایک اور مشکل کا اضافہ کر لیا۔

دوسری دلیل اور اس پر تنقید:

کتابوں میں لکھا ہے کہ بعض مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں مقابلہ کی گفتگو ہو جایا کرتی اور یہ صرف ہم عمروں میں ہی ہوا کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عائشہ کی عمر ہجرت کے وقت ضرور سترہ سال ہوگی۔

اس کے متعلق سوائے اس کے کہ آپ کے قوتِ استدلالیہ کی تعریف کروں اور کیا عرض کروں۔

اولاً: تو حضرت فاطمۃ الزہرا **بحکم فاطمة بضعة منی** بالکل اپنے بزرگوار باپ سید المرسلین رحمۃ للعالمین کی نمونہ تھیں، وہ مقابلہ کی گفتگو کیا جانیں۔

ثانیاً: بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو ایسا ہونا لازمی نہیں۔

ثالثاً: اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا دونوں میں گاہے بگاہے (نہ ہونے کے برابر) مقابلہ کی گفتگو ہو جایا کرتی تھی لہٰذا یہ دونوں بھی ہی ہم عمر ہوں **واللازم باطل فاللزوم مثله.**

تیسری دلیل اور اس پرتنقید:

یہ ثابت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی منگنی جبیر بن مطعم کے بیٹے کے ساتھ ہوئی تھی مگر ان لوگوں نے منگنی توڑ دی کہ ان کے آنے سے ان کے گھر میں اسلام کا قدم آجائے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی تبلیغ ہجرت کے سال سے پہلے ہوئی

تھی اس لئے ضروری ہے کہ منگنی اس سے بھی پہلے ہوئی ہوگی۔الخ

اوّلاً: یہ غلط ہے کہ جبیر بن مطعم کے بیٹے سے ہوئی بلکہ خود جبیر سے ہوئی تھی۔

ثانیاً: یہ بھی غلط ہے کہ مطعم بن عدی کی طرف سے منگنی توڑ دی گئی یہ اور بات ہے کہ ان لوگوں نے حمیتِ جاہلیت کی وجہ سے پہلوتہی برتی تھی مگر منگنی توڑی نہیں تھی، جیسا کہ محمد بن سعید (المتوفی ۲۳۰ھ) طبقات ابن سعد میں رقمطراز ہے:

عن ابن عباس قال :"خطب رسول اللّٰہ إلی أبی بکر الصدیق عائشة فقال أبوبکر یا رسول! قد کنت وعدت بھا أو ذکرتھا لمطعم بن عدی لابنه جبیر فدعنی حتی أسئلھا منھم ففعل ثم تزوجھا رسول اللّٰہ"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:''کہ نبی ﷺ نے اپنے لیے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیام ڈالا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول ﷺ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مطعم کوان کے بیٹے جبیر کے لیے زبان دے دی ہے آپ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کوان سے ہٹا لینے دیں، آخر کار آپ نے ان سے درخواست کی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال چھوڑ دیں، مطعم نے یہ خیال ترک کر دیا پھر آپ سے نبی ﷺ نے نکاح کرلیا'' [طبقات ابن سعد:۔ج۸ص۸۳،اردو]

ثالثاً: کیا یہ ضروری ہے کہ سنِّ بلوغت سے پہلے منگنی ہوئی ہو۔ کیونکہ ان کو لڑکی لینی تھی، دینی نہیں تھی۔ البتہ یہ کہے کہ احکامِ نکاح کے نزول سے پہلے ہوئی ہوگی۔

چوتھی دلیل اور اس پرتنقید:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علمی اجتہادات کا زور وشور سے اعلان کیا جاتا ہے بلکہ ان کو نصف دین مانا گیا ہے۔ یہ کارنامے دس بارہ سال کے بچے سے نہیں ہوسکتے۔الخ

اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دنیا کے اندر بچوں کی نشوونما میں قدرت کے اَطوار مختلف ہیں۔ بعض بچے پیدا ہوتے ہی اپنے کمالِ سلامتی اعضاء اور ہرے بھرے بدن اور قد وقامت کے لحاظ سے دیکھنے والوں کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ دیکھتے ہی لوگ اس کو مہینوں کی عمر کا تجویز کرتے ہیں اور بعض ایسے نحیف ولاغر ہوتے ہیں کہ مہینوں کی عمر پر بھی ایک ہفتہ کی عمر تجویز کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس، عقل وذکا اور فہم رسا میں بھی بعض بچے ایسے ہونہار وممتاز نکل جاتے ہیں کہ صغرسنی ہی سے ان کے فہم وادراک کی مثالیں ملنے لگتی ہیں۔ یہ سب تو قدرتی آثار ہیں۔ پھر اگر وہ مولود کسی امیر اور علمی خاندان کا ہو تو اس کی نشوونما اور ترقی علم وفہم کا کیا پوچھنا ہے۔ حضرت عائشہ اُمّ

المومنین رضی اللہ عنہا بھی اسی زمرہ کی ایک ممتاز فرد اور نمونۂ قدرت تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت اور فقاہت کوئی مخفی چیز نہیں ہے اور پھر حضور سید المرسلین ﷺ اسے انتساب وازواج ومعیت وفیض صحبت سب پر بالا بلکہ سونے پر سہاگہ ہوگیا جس سے ان کے جوہر عقل وذکا میں ایسی جلا آ گئی اور عامہ وخاصہ تمام امور میں معاملہ فہمی کا ایسا ملکہ راسخہ حاصل ہوگیا کہ اکابر صحابہ کرام بھی ان کے محتاج ہوگئے اور بڑے بڑے مسائل شرعیہ وسیاسیہ ان سے حاصل کرنے لگے بلکہ فرائض جو نصف علم مانا گیا ہے، اکابر صحابہ اس کے مسائل اسی کم عمر فاضلہ صدیقہ سے دریافت فرمانے لگے۔

"قال مسروق والذی نفسی بیده لقد رأیت مشیخة أصحاب محمدالأکابر یسئلونها عن الفرائض"

''میں نے آپ ﷺ کے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے مسائل دریافت کیا کرتے تھے'' [الاستیعاب فی معرفة الاصحاب : ج:٤،ص:١٨٨٣]

قال عطاء:" کانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن الناس رأیا فی العامة قال هشام ما رایت أحدا أعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر من عائشة".

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ علم والی اور عام طور پر نہایت پختہ رائے رکھنے والی تھیں۔ میں نے کسی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم نہیں پایا۔ فقہ، طب، شعر ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی ان کا ہم پلہ عالم نہ تھا'' [الاستیعاب فی معرفة الاصحاب : ج:٤،ص:١٨٨٣]

پانچویں دلیل اور اس پر تنقید:

رسول اللہ ﷺ کے تمام اقوال اُمت کے لئے نمونہ ہیں، اس واسطے آپ کی پیروی سب کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے سو یہ بات بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چھ برس کی بچی سے نکاح نہیں کیا۔

چھ برس کی بچی سے نکاح کرنا نہ عقلاً کوئی عیب ہے نہ شرعاً کوئی حرج:

"أجمع المسلمون علی جواز تزویجه بنته البکر الصغیرة لهذا الحدیث "

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ چھ برس کی عمر میں آپ ﷺ سے نکاح ہوا، سے تمام علماء نے اجماعی طور پر یہ مسئلہ نکالا ہے کہ باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح اگر کردے تو جائز ہے۔ [شرح النووی علی مسلم:ج:٩،ص:٢٠٦، باب جواز التزویج الاب البکر الصغیرة ،ومرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح:ج:٥،ح:٣١٢٩،ص:٢٠٦١]

اسی طرح اس مسئلہ کا انکشاف تمام کتبِ فقہ میں بھی موجود ہے۔

بقیہ صفحہ۔۔۔۱۶۔۔۔پر

بے بنیاد روایات

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

کچھ روایات ایسی ہوتی ہیں کہ کسی سندوالی کتاب میں ان کا وجود ہوتا ہے، پھر یا تو اس کی سند صحیح ہوتی ہے یا ضعیف یا موضوع ومن گھڑت جبکہ کچھ بہت ہی مشہور ومعروف روایات ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کسی سندوالی کتاب میں نہیں ملتی ہیں، محدثین ایسی روایات کو ''لا اصل له'' کہتے ہیں، یعنی ان روایات کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔

ذیل میں ایسی چند روایات پیش کی جارہی ہیں جو کسی بھی سندوالی کتاب میں نہیں ملتی ہیں۔

امت کا اختلاف رحمت:

☆ اختلاف امتی رحمة .

''یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

دنیا کی کسی بھی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں ملتی، امام مناوی امام سبکی سے نقل کرتے ہیں:

''وليس بمعروف عند المحدثين ولم أقف له على سند صحيح ولا ضعيف ولا موضوع''

''یعنی یہ حدیث معروف نہیں ہے مجھے اس کی کوئی بھی سند نہیں ملی، نہ صحیح نہ ضعیف اور نہ ہی موضوع'' [فيض القدير: ۲۰۹/۱]

بت لے کر نماز پڑھنا:

☆ عہدِ نبوت میں منافقین بت لے کر نماز پڑھنے آتے تھے، اسی لیے اللہ کے نبی ﷺ نے شروع شروع میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع الیدین کرنے کا حکم دیا تھا بعد میں اس سے روک دیا۔

یہ بات بھی دنیا کی کسی بھی سندوالی کتاب میں نہیں ملتی۔

گٹھری والی عورت اور اللہ کے رسول ﷺ:

☆ ایک عورت مکہ کے اندر خریداری کے لیے آئی تو اس سے کہا گیا یہاں ایک شخص ہے اس کی بات نہ سننا وہ جادوگر ہے، شاعر ہے اس عورت نے گٹھری اٹھائی اور مکہ سے باہر نکل کر بیٹھ گئی، چنانچہ نبی ﷺ کا گزر ادھر سے ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں، تو اس نے بتایا فلاں جگہ پر، یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کا سامان اٹھایا اور اس عورت کو وہاں پہنچادیا، تو وہ عورت کہنے لگی تم اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو، تمہیں نصیحت ہے کہ یہاں ایک شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ جادوگر ہے اس سے بچ کر رہنا، اس کی باتیں سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص میں ہی ہوں، وہ عورت کہنے لگی آپ پھر غلط نہیں ہوسکتے، چنانچہ اس عورت نے اسلام قبول کرلیا۔

کوڑا پھینکنے والی عورت اوراللہ کے رسولﷺ:

☆ ''ایک بوڑھی عورت ہر روز آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی، ایک دن حضور اس کے مکان کے پاس سے حسبِ معمول گزرے تو آپ پر کسی نے کوڑا نہ پھینکا تو آپ نے محلّہ والوں سے دریافت کیا کہ فلاں مائی خیریت سے تو ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو بیمار ہے، آپ یہ سنتے ہی صحابہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اس بڑھیا کی تیمارداری کے لیے اس کے گھر چلے گئے، مائی نے دیکھا یہ وہی شخص ہے جس پر میں روزانہ کوڑا پھینکا کرتی تھی مگر وہ برا ماننے اور کچھ کہنے کے بجائے خاموشی اور شرافت سے برداشت کر کے چلا جاتا تھا اور آج وہی میری تیمارداری کے لیے آ گیا ہے، یہ دیکھ کر وہ بہت متأثر ہوئی اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی کہ یہ عام انسان نہیں واقعی خدا کا پیغمبر ہے، اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا، اس نے حضور سے معافی مانگی اور آپ پر ایمان لے آئی''۔

مؤخرالذکر دنوں قصے بے بنیاد ہیں حدیث کی کسی بھی کتاب میں ان کے نام ونشان نہیں ملتے لہٰذا یہ قصہ گو مقررین کی بنائی ہوئی ہیں۔

بقیہ صفحہ۔۔۔۱۴۔۔۔۔۔کا

چھٹی دلیل اور اس پر تنقید:

یہ بات سب جانتے ہیں کہ ابتدا میں پیدائش کے وقت کوئی نہیں جانتا کہ مولود دنیا میں نامور ہوگا یا گمنام۔ پھر دنیا میں رہ کر اپنی قابلیت سے نامور ہو جاتا ہے تو اس کا سن وفات اکثر صحیح اور پھر اس کی عمر کا حساب لگا کر سن پیدائش نکالا جاتا ہے جو اکثر غلط ہوتا ہے۔ الخ

آپ کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سن وفات جو ۵۸ھ کتابوں میں لکھا ہے، وہ تو صحیح ہے مگر سن پیدائش غلط ہے۔ اس بنا پر حدیثوں میں جو عندالنکاح چھ یا سات برس کی عمر مروی ہے، وہ بھی غلط ہے اور اکمال کی سند کا یقین کرتے ہوئے اپنی کوتاہ نظر اور قصور فہمی سے ۱۶/ برس کی عمر جو سمجھ لیا ہے، بس وہی صحیح ہے باقی غلط۔ کیونکہ اس کے بعد آخر میں بطورِ نتیجہ کے آپ لکھتے ہیں:

ہم لوگ خوش اعتقادی سے راویوں کی اس بات پر آمنا و صدقنا تو کہتے ہیں مگر دل میں یہ بات ضرور کھٹکتی رہی۔ سو خدا کا شکر ہے کہ وہ کھٹکا دور ہوگیا۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ راویوں کی بات مانیں یا اکمال کی سند کا یقین کریں۔

اس کے متعلق ہم زیادہ کہنا نہیں چاہتے۔ ہمیں بھی اکمال کی سند کا یقین ہے۔ بس آپ مہربانی کر کے اکمال کے دونوں متعارض بیانوں کو ملا کر عندالنکاح سولہ برس کی عمر پر چسپاں کر دیجیے۔ مگر یاد رکھیے کہ ایسا قیامت تک آپ نہ کر سکیں گے!

فإن كنت لا تدرى فتلك مصيبة   وإن كنت تدرى فالمصيبة أعظم

عزت و ذلت دینے والا اللہ ہے

ابوسفیان ہلالی

انسان کام کیسا بھی کرے، اس کا کردار کیسا بھی ہو لیکن ہر حال میں اس کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ لوگ اس کی عزت کریں، اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور سر آنکھوں پر بٹھائیں، عزت ہر کسی کو محبوب ہے اور ذلت و رسوائی کوئی بھی پسند نہیں کرتا، اور یہ اچھی بات بھی ہے کہ ہمیں ہر حال میں عزت والا پہلو اختیار کرنا چاہیے مگر ساتھ ہی اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ عزت یا ذلت دینے والی ذات صرف اللہ کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت وخواری میں مبتلا کر دیتا ہے، انسان کام تو شیطانوں والا کرے لیکن بدلے میں اسے عزت کی چاہ ہو تو یہ ناممکن ہے، نوح علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات قبول کرنے کی بجائے ان پر کئی اعتراضات کیے اور کہا کہ تم نبی کیسے ہو سکتے ہو حالانکہ تم تو ہمارے جیسے ہی انسان ہو اور اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ تم نبی ہو تو سادات و امراء کے بجائے تمہاری بات ماننے والے غریب اور گھٹیا لوگ کیوں ہیں؟ جبکہ اگر تم سچے ہوتے تو سب سے پہلے ہم امیروں اور سرداروں میں سے کوئی تمہاری بات مانتا، کاش وہ لوگ یہ بات بھی سمجھ جاتے کہ جسے وہ ذلیل کہہ رہے ہیں انہیں اللہ نے ایمان کی دولت سے مالا مال بنا کر اپنی نگاہ میں معزز و مکرم بنا لیا ہے لیکن یہ لوگ معزز اپنے آپ کو سمجھ کر دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

انسان کسی کو ذلیل و رسوا کرنے کی کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کر لے لیکن اگر اللہ کسی کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا ہے تو بندے کی عزت سے کوئی بھی کھلواڑ نہیں کر سکتا، اللہ جب تک نہ چاہے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا، کسی کے کہنے سے کوئی برا نہیں ہوتا، کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے یہ اعتراض کرتے تھے کہ تم نبی کیونکر ہو سکتے ہو جبکہ نبی تو فرشتہ ہوتا ہے، اور اگر ہم یہ بات مان بھی لیں کہ انسان کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تو کسی یتیم کو یہ عزت والا منصب وعہدہ ملنا کیونکر ممکن ہے؟ اللہ نے واضح کیا کہ نبوت و رسالت کا امیری وغریبی نیز یتیمی سے کوئی تعلق نہیں، اللہ جسے چاہتا ہے نبوت و رسالت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنا قریبی بنا کر عزت و افتخار عطا کر دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو منافقین ذلیل اور بے وقوف کہا کرتے تھے، اپنے آپ کو عزت والا اور تمام

مسلمانوں کو ذلت والا شمار کرتے تھے لیکن اللہ نے انہیں اس حقیقت سے باخبر کیا کہ یہ تو عزت والے ہیں، ہوشیار ہیں، عقل مند ہیں، بے وقوف اور ذلیل تو تم ہو کہ تمہاری کوئی بھی کل سیدھی نہیں ہے اور تم گمراہیوں اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہو۔

عزت و ذلت کا نہ امیری و غریبی سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی کسی خاص کنبے، قبیلے یا ذات کے لوگوں سے، کتنے امیر ایسے ہیں جو کروڑوں اربوں میں کھیلتے ہیں لیکن معاشرے میں ان کی ایک پیسے کی بھی عزت نہیں ہے، ابوجہل کو دیکھ لیں کتنا امیر تھا، اشراف قریش میں سے تھا، بڑے بڑے معاملے اس کے مشوروں کے بنا حل نہیں کیے جاتے تھے لیکن اللہ کی نظر میں وہ پیسے کے برابر بھی قابلِ عزت نہیں تھا، اسی لیے جنگ بدر کے میدان میں دو نوجوانوں کے ہاتھوں جب اس کا قتل ہوا تو وہ خود پر ملامت کر رہا تھا کہ ہائے افسوس! مجھے مارنے والے دو معمولی نوجوان ہیں۔

جبکہ اس کے برعکس کتنے غریب ایسے ہیں جن کے پاس ٹھیک سے اپنا گھر چلانے کا بھی خرچہ نہیں ہے لیکن اللہ اور اہل معاشرہ کی نگاہوں میں ان کا ایک مقام ہے، اگر عزت کا تعلق صرف امیری اور بڑے قبیلوں سے ہوتا تو بلال حبشی رضی اللہ عنہ کبھی معزز نہ ہوتے، مؤذن رسول بننے کا موقع انہیں نہ ملتا، یاسر، سمیہ اور عمار رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اسی دنیا میں جنت کی بشارت اور خوش خبری نہ ملتی، اور اگر ذلت کا تعلق صرف غریبی یا کسی خاص ذات کے لوگوں سے ہوتا تو قارون و فرعون جیسے مالدار و بادشاہ کبھی بھی عذابِ الٰہی کا شکار نہ ہوتے، اسی لیے اللہ نے قرآن مجید میں یہ خبر دی ہے کہ کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے، اسے کمتر نہ سمجھے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس بندہ یا بندی کا اللہ کی نگاہ میں تم سے بلند مقام ہو۔

آج بھی کچھ لوگ اپنے آپ کو معزز و مکرم سمجھتے ہوئے نماز پڑھنے والوں، داڑھی رکھنے والوں اور اسلامی شعار اپنانے والوں کو بے وقوف اور ذلیل سمجھتے ہیں جبکہ در اصل عزت والے تو یہی ہیں کیونکہ اللہ کی نگاہ میں عزت و ذلت کا معیار تقوی اور عمل صالح ہے جس نے اعمال صالحہ کیا اور رب کا تقوی اختیار کیا وہ عزت والا، باقی سارے لوگ ذلیل ہیں، اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرتے ہیں، ان کی مخالفت میں لگے رہتے ہیں تو ایسے تمام لوگ ذلیل ہیں کہ جن کی اللہ کی نظروں میں مچھر کے برابر بھی کوئی وقعت، اہمیت اور عزت نہیں۔

☆☆☆

(نویں قسط)

تین طلاق اور صحیح مسلم کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

اعتراض کی دوسری قسم: متن پر اعتراض

متن پر وارد کردہ اعتراضات چار طرح کے ہیں:

اول: متن کے ثبوت پر اعتراض — دوم: متن کے محکم ہونے پر اعتراض

سوم: متن کے مفہوم پر اعتراض — چہارم: متعہ کو لے کر الزامی اعتراض

متن پر پہلا اعتراض: متن کے ثبوت پر اعتراض

(الف): ابوالصہباء کے کلام اوران کے رشتۂ ولاء پر اعتراض

ابوالصہباء کے کلام میں نکارت کا دعویٰ

اس حدیث پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے بعض طرق میں یہ وارد ہے کہ ابوالصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ”هات من هناتک“ اور ” هنات “ یہ لفظ بری باتوں کے لیے آتا ہے پھر اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ ابوالصہباء کہتے ہیں کہ اے ابن عباس رضی للہ عنہ آپ اپنی بری اور منکر باتوں میں سے کچھ سنائیں۔

ان الفاظ کا یہ مفہوم بیان کرنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک تابعی ایک جلیل القدر صحابی کو ایسے کلمات سے مخاطب کرے؟

عرض ہے کہ:

تقلیدی برادری نے اس حدیث پر جو مظالم ڈھائے ہیں انہی میں سے ایک ظلم یہ بھی ہے کہ ان الفاظ کا یہ گستاخانہ مفہوم بیان کردیا ہے، پھر اس کا سہارا لے کر اس حدیث کے خلاف لوگوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ الفاظ اس حدیث کے تمام طرق میں موجود بھی نہیں ہیں۔

بہرحال ان الفاظ کا وہ مطلب قطعاً نہیں ہے جو زبردستی یہاں پہنادیا گیا ہے، پھر ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟ اسے سمجھنے کے لیے صحیح بخاری وغیرہ کی ایک دوسری حدیث دیکھیے جس میں اللہ کے نبی ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص نے صحابی رسول عامر بن سنان رضی اللہ عنہ کے لیے یہی الفاظ کہے ہیں، چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن يزيد بن أبي عبيد مولى سلمة، حدثنا سلمة بن الأكوع، قال: ”خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم إلى خيبر، قال رجل من القوم: أي عامر لو أسمعتنا من هناتک،

فنزل يحدو بهم يذكر :تاللّٰه لولا اللّٰه ما اهتدينا......"

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:" کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا:اے عامر! ہمیں اپنے کچھ کلمات سنائیے تو انہوں نے شعر پڑھنا شروع کیا اور کہنے لگے :اللہ کی قسم !اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے......"[صحيح البخاری ، تحقيق دكتور مصطفى ديب البغا: كتاب الدعوات:٥/٢٣٣٢،رقم:٥٩٧٢]

اس حدیث میں "**لو أسمعتنا من هناتک**" کے الفاظ ہیں۔

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ تصغیر وغیرہ کے ساتھ ہیں لیکن بعض نسخوں میں ایسے ہی ہے، بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نسخہ میں بھی یہی لفظ ہے اسی لیے انہوں نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا:

"**وقوله من هناتک بفتح الهاء والنون جمع هنة**"

"حدیث کے الفاظ" **من هناتک هاء** "اورنون پرفتحہ ہے اور یہ "**هنة**" کی جمع ہے"[فتح البارى لابن حجر، ط المعرفة:١١/١٣٧]

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں دوسرے مقام پر اس حدیث کے الفاظ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:

"**ووقع فى الدعوات من وجه آخر عن يزيد بن أبى عبيد لو أسمعتنا من هناتک بغير تصغير**"

"اور کتاب الدعوات میں دوسرے طریق سے یزید بن ابی عبید کی روایت میں ہے "**لو أسمعتنا من هناتک**" بغیر تصغیر کے ساتھ ہے"[فتح البارى لابن حجر، ط المعرفة:٧/٤٦٥]

اس سے واضح ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نسخہ میں "**لو أسمعتنا من هنا**" تک ہی کے الفاظ ہیں۔

نیز اس حدیث کو اسی طریق ابن ابی الدنیا نے بھی روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں بھی "**أسمعنا من هناتک**" کے الفاظ ہیں۔[الإشراف فى منازل الأشراف :رقم:٣٣٠،وإسناده صحيح]

صحیح بخاری وغیرہ کی اس حدیث میں ان الفاظ کا مطلب کیا ہے؟ اسے بتاتے ہوئے امام ابن الأثیر رحمہ اللہ (المتوفی ٦٠٦) لکھتے ہیں:

"**وفى حديث ابن الأكوع قال له:ألا تسمعنا من هناتک أى من كلماتک، أو من أراجيزک**"

"ابن الاکوع کی حدیث میں ہے کہ ان (عامر رضی اللہ عنہ) سے کسی نے کہا: کیا آپ اپنے "**هنات**" نہیں سنائیں گے، یعنی اپنے کلمات یا اپنے اشعار"[النهاية فى غريب الحديث والأثر :٥/٢٧٩]

ملاحظہ فرمائیں کہ ابن الاثیر رحمہ اللہ "**هنات**" کا سب سے پہلا مطلب کلمات بتا رہے ہیں،جس سے واضح ہے کہ یہ لفظ کلمات یعنی باتوں اور خبروں وغیرہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اس بنا پر صحیح مسلم میں موجود" **هات من هناتک**" کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنے کلمات یعنی اپنی احادیث میں سے کچھ سنائیے۔

نیز مجد الدین الفیروز آبادی (المتوفی ٨١٧) لکھتے ہیں:

وهن، كأخ معناه: شيء ، تقول: هذا هنك، أي: شيئك......ج:هنات

''اور'' هــن'' یہ '' أخ ''کی طرح ہے اس کا معنی ہے چیز کے، آپ کہتے ہیں'' **هــذا هــنک**''، یعنی یہ تمہاری چیز ہے ......''اس کی جمع ''**هنات** ''آتی ہے''[القاموس المحيط: ص:١٣٤٦]

اس اعتبار سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''**هــات مـن هناتک**'' کا مطلب ہوگا کہ اے ابن عباس! آپ اپنی چیزوں میں سے کچھ سنائیے یعنی اپنی احادیث میں سے کچھ سنائیے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اسی معنی کے اعتبار سے تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**فكأن أبا الصهباء قال لابن عباس :هات من الأشياء العلمية التى عندک** ''

''گویا کہ ابوالصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: آپ کے پاس جو علمی چیزیں ہیں ان میں سے کچھ بتائیے''[نيل الأوطار:٢٧٣/٦]

۞ فائدة

دارقطنی اور ابونعیم کی روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ابوالصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کرتے ہوئے تعبیر کیوں استعمال کیا۔ دراصل ابوالصہباء غالباً شاعر بھی تھے، جیسا کہ خطیب بغدادی کی ایک مسلسل بالشعراء کی سند میں ان کا بھی ذکر ہے اور انہیں بھی شاعر کہا گیا ہے، اور اس سند میں یہ مشہور شاعر فرزدق کے شاگرد ہیں، دیکھئے:[تاريخ بغداد، مطبعة السعادة:٩٨/٣]

یہ سند صحیح نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ یہ شاعر بھی رہے ہوں، تو جب یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہی ان سے یہ الفاظ کہے، چنانچہ:

دارقطنی کی روایت کے الفاظ ہیں:

أن أبـا الـصهبـاء جـاء إلـى ابـن عبـاس ،فـقال له ابن عباس : هات من هنيئاتک ومن صدرک ومما جمعت......الخ [سنن الدارقطني، ت الارنؤوط:٨٠/٥وإسناده حسن]

اور ابونعیم کی روایت کے الفاظ ہیں:

''**أن أبـا الـصهبـاء أتـاه فـقـال لــه ابـن عبـاس :هـات من صدرک أو من هناتک......الخ** ''[المسند المستخرج على صحيح مسلم: ١٥٣/٤ ،وإسناده صحيح]

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا تم نے جو کلمات یعنی اشعار یاد کرر کھے ہیں ان میں سے کچھ سناؤ۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ صحابی رسول عامر بن سنان رضی اللہ عنہ سے بھی ایک شخص نے انہیں الفاظِ شعر سنانے کی فرمائش کی، اسی طرح یہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں الفاظ میں شعر سنانے کی فرمائش کی، اس کے بعد ممکن ہے ابوالصہباء نے پہلے شعر سنایا ہو یا شعر نہیں سنایا لیکن انہی الفاظ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث سنانے کی فرمائش

کردی، کیونکہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حدیث سننے ہی کے لئے آئے تھے۔

ان روایات سے ان الفاظ کا مطلب اور پس منظر دونوں واضح ہوجاتا ہے کہ ان میں کوئی برا مفہوم نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے بعض طرق میں موجود الفاظ ” ھات من ھناتک“ میں کوئی گستاخانہ مفہوم نہیں ہے لہٰذا ان الفاظ کا سہارا لے کر اس روایت پر طعن کرنا بھی درست نہیں ہے۔

❁ ابوالصہباء کے رشتۂ ولاء پر اعتراض

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن عباس کے موالی میں ابوالصہباء نام کا شخص معروف نہیں ہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ (المتوفی ۴۴۹) کہتے ہیں:

”إن أبا الصهباء الذی سأل ابن عباس عن ذلک لا يعرف في موالی ابن عباس“

”جس ابوالصہباء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موالی میں معروف نہیں ہے“

[شرح صحيح البخاری لابن بطال:۳۹۲/۷]

عرض ہے کہ:

❁ اولا:

اس حدیث کے تمام طرق میں ابوالصہباء کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ابوالصہباء کا معاملہ کیسا بھی ہو دوسرے طریق سے یہ حدیث صحیح وثابت ہے۔

❁ ثانیاً:

اس حدیث میں ابوالصہباء کا ذکر صرف سائل کی حیثیت سے ہے، راوی کی حیثیت سے نہیں، کیونکہ ابن عباس سے حدیث کو روایت کرنے والے امام طاؤس رحمہ اللہ ہیں۔

لہٰذا جب ابوالصہباء حدیث کا راوی نہیں ہے تو اس کی شخصیت پر بحث بالکل فضول ولایعنی امر ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے تین طلاق کو تین کہنے سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی بعض فتاویٰ میں کسی سائل کا ذکر ہے لیکن اس کی حالت تو درکنار اس کا نام تک معلوم نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کی وجہ ان فتاویٰ کی روایات کو نہیں جھٹلا سکتے کیونکہ یہ مبہم سائل روایت کا راوی نہیں ہے۔

❁ ثالثا:

اہل تاریخ اور اہل فن کی طرف سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یا کسی بھی صحابی کے تمام موالی کے ذکر اور ان کے استیعاب کا اہتمام نہیں ہوا کہ یہ کہہ دیا جائے کہ ان میں ابوالصہباء کا نام نہیں ملتا۔

❁ رابعاً:

کتب رجال وتراجم کے مؤلفین نے ابوالصھباء کومولیٰ ابن عباس کہاہے چنانچہ:

امام عجلی رحمہ اللہ(المتوفی۲۶۱) نے کہا:

"صهيب مولى ابن عباس "

''صھیب یہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں''[تاریخ الثقات للعجلی:ص:۲۳۰]

امام أبوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ(المتوفی۲۶۴) سے سوال وجواب نقل کرتے ہوئے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا:

"سئل أبو زرعة، عن أبى الصهباء صهيب، مولى ابن عباس، فقال:مدينى ثقة "

''امام ابوزرعہ رحمہ اللہ سے ابوالصھباء صھیب مولیٰ ابن عباس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ مدنی اور ثقہ ہیں''[الجرح والتعديل لابن أبى حاتم، ت المعلمى:٤٤٤/٤،وإسناده صحيح]

معلوم ہوا کہ امام ابوزرعہ اوران کے شاگرد بھی ابوالصھباء کومولیٰ ابن عباس جانتے تھے،اس لیے بعد کے لوگوں کی طرف سے اس رشتہ کاانکارکوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ(المتوفی۴۶۳) نے کہا:

"وقد قيل: ان أبا الصهباء صهيب هذا مولى ابن عباس وهو الذى روى عنه فى طلاق الثلاث ......الخ "

''اور کہا گیا ہے کہ ابوالصھباء صھیب یہ مولیٰ ابن عباس ہیں اور یہ وہی ہیں جنہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تین طلاق والی حدیث روایت کی ہے......''[الاستغناء لابن عبدالبر:۷۸۱/۲]

امام مزی رحمہ اللہ(المتوفی۷۴۲) نے بھی کہاہے:

"صهيب أبو الصهباء البكرى البصرى ، ويقال:المدنى ، مولى ابن عباس.روى عن:مولاه عبد اللّٰه بن عباس"

''صھیب ابوالصھباء،بکری،بصری،ان کومدنی بھی کہاجاتاہے یہ ابن عباس کے مولیٰ (آزادہ کردہ) ہیں اور یہ اپنے مولیٰ (آزادکرنے والے) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں''[تهذيب الكمال للمزى:۲۴۱/۱۳]

حافظ مغلطائی(المتوفی۷۶۲) جن کامعمول تھاامام مزی کی غلطیوں کوڈھونڈ ڈھونڈ کرنکالنا انہوں نے بھی اس پر تعاقب نہیں کیاہے بلکہ خودلکھاہے:

"صهيب أبو الصهباء البكرى البصرى، وقيل:المدنى مولى ابن عباس "

''صھیب ابوالصھباء بکری،بصری اورکہا گیاہے کہ یہ مولیٰ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں''[إكمال تهذيب الكمال لمغلطاى:۸/۷]

❁ خامساً:

اگر یہ تسلیم کرلیں کہ ابوالصھباء یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولیٰ نہیں ہیں،تواس سے صرف رشتہ ولاء کی نفی کی جاسکتی ہے،

لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی صحبت اور شاگردی کی نفی نہیں کی جاسکتی ہے، کیونکہ رشتۂ ولاء کا ذکر صرف ایک سند میں ہے لیکن صحبت و شاگردی کا ذکر کئی سندوں میں ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بعض دوسری احادیث کو انہوں نے روایت بھی کررکھا ہے۔ دیکھئے:[المعجم الكبير للطبرانی:۲۰۱/۱۲ وإسناده صحيح]

❁ سادساً:

یہ بات تو مسلم ہے کہ ابوالصہباء یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھی اور ان کے شاگرد ہیں، فریقِ مخالف کا اعتراض یہ ہے کہ طلاق والی حدیث میں ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مولیٰ کہا گیا ہے جبکہ ابن عباس کے مولیٰ کے طور پر اس نام کا کوئی شخص معروف نہیں ہے۔

عرض ہے کہ طلاق والی احادیث کے طرق اور اس کی کئی سندیں ہیں لیکن اس کی صرف اور صرف ایک سند میں ہی ابوالصہباء کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مولیٰ کہا گیا ہے وہ سند یہ ہے:

امام عبدالرزاق الصنعانی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

عن عمر بن حوشب قال: أخبرني عمرو بن دينار، أن طاؤسا، أخبره قال: دخلت على ابن عباس ومعه مولاه أبو الصهباء، فسأله أبو الصهباء عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا......[مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی:۳۹۲/٦]

اس سند کو فریقِ مخالف ضعیف مانتے ہیں اور عمر بن حوشب الصنعانی کے بارے میں مجہول کا کلام نقل کرتے ہیں، مثلاً:

امام ابن القطان رحمہ اللہ (المتوفی ٦٢٨) نے کہا:

"عمر بن حوشب مجهول الحال أيضا، ولا يعرف روى عنه غير عبد الرزاق، وهو صنعاني"

''عمر بن حوشب بھی مجہول الحال ہے، عبدالرزاق کے علاوہ اس سے کسی دوسرے راوی کا روایت کرنا معروف نہیں ہے اور یہ صنعانی ہے''[بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام:۱۰٤/۵]

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸) نے کہا:

"عمر بن حوشب، شيخ لعبد الرزاق، يجهل حاله"

''عمر بن حوشب یہ عبدالرزاق کا استاذ ہے اور اس کی حالت مجہول ہے''[ميزان الاعتدال للذهبي ت البجاوی:۱۹۲/۳]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

"عمر بن حوشب الصنعاني مجهول"،''عمر بن حوشب صنعانی مجہول ہے''[تقريب التهذيب لابن حجر:رقم ٤٨٨٥]

تو جب فریق مخالف کی نظر میں یہ بات ثابت ہی نہیں ہے کہ طلاق والی حدیث میں موجود ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد

ابوالصہباء کو مولیٰ ابن عباس کہا گیا تو پھر اس بنیاد پر اعتراضات کی ساری عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کہ ہماری نظر میں عمر بن حوشب مجہول نہیں بلکہ ثقہ راوی ہے کیونکہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔[الثقات لابن حبان ط االعثمانية:٤٣٩/٨]

نیز ان کے استاذ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ایک سند میں انہیں "**رجل صالح**" کہا ہے چنانچہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حدثنا عبد الرزاق ، أخبرنا عمر بن حوشب رجل صالح أخبرني عمرو بن دينار ، عن عطاء ، عن رجل ، من هذيل ، قال......[مسند أحمد ط الميمنية:١٩٩/٢]

امام عبدالرزاق کا اپنے استاذ عمر بن حوشب کو "**رجل صالح**" بتا کر ان کے طریق سے حدیث بیان کرنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ اسے قابل اعتماد ہی بتا رہے ہیں۔

بطور مثال عرض ہے کہ مروان بن محمد الطاطری نے بھی اپنے استاذ ابویزید الخولانی سے ایک روایت بیان کرتے ہوئے انہیں "**وكان شيخ صدق**" کہا ہے چنانچہ:

امام أبوداود رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

حدثنا محمود بن خالد الدمشقي، وعبد الله بن عبد الرحمن السمرقندي، قالا:حدثنا مروان -قال عبد الله:حدثنا أبو يزيد الخولاني وكان شيخ صدق وكان ابن وهب يروي عنه، حدثنا سيار بن عبد الرحمن قال محمود:الصدفي عن عكرمة، عن ابن عباس، قال:"فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث، وطعمة للمساكين، من أداها قبل الصلاة، فهي زكاة مقبولة، ومن أداها بعد الصلاة، فهي صدقة من الصدقات "

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر صائم کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے، لہٰذا جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا" [سنن أبي داؤد:١١١/٢،رقم ١٦٠٩]

اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے مروان بن محمد الطاطری نے اپنے استاذ ابویزید الخولانی کو "**وكان شيخ صدق**" کہا ہے، جس کا مطلب یہی ہے کہ وہ وہ اسے قابل اعتماد ہی بتا رہے ہیں۔

ابویزید الخولانی کی توثیق میں مروان بن محمد الطاطری کے اس قول کے علاوہ کسی بھی امام کا قول نہیں ملتا ہے، حتیٰ کہ امام ابن حبان نے بھی اسے ثقات میں ذکر نہیں کیا ہے، لیکن اہل علم نے محض مروان بن محمد الطاطری کی اس تعدیل کے سبب اسے صدوق مانا ہے اور مذکورہ حدیث کو حسن تسلیم کیا ہے۔

تو پھراسی اصول سے عمر بن حوشب سے متعلق امام عبدالرزاق کی تعدیل کو بھی حجت ماننا چاہیے اوراس کے ساتھ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کوشامل کرلیں تو اس راوی کے ثقہ ہونے میں شک نہیں رہ جاتا ہے۔

کتب رجال میں جن لوگوں نے اس کا ترجمہ ذکر کیا ہے انہوں نے امام عبدالرزاق کی یہ تعدیل ذکر نہیں کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی نگاہ اس پرنہیں پڑسکی، ورنہ یہ لوگ ان کے ترجمہ میں یہ تعدیل بھی ذکر کرتے اور انہیں مجہول نہیں کہتے۔

بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے گرچہ تقریب میں اسے مجہول کہا ہے لیکن جب ان کے سامنے مسند احمد کی مذکورہ روایت آئی جس میں امام عبدالرزاق نے عمر بن حوشب کی تعدیل کی ہے، توانہوں نے اس سند میں ”**رجل من هذيل**“ یعنی ہذلی شخص کے علاوہ باقی سند کے سارے رجال کو ثقہ کہہ دیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

”**ورجاله ثقات إلا الهذلي فإنه لم يسم**“

”اس کے رجال ثقہ ہیں سوائے ھذلی کے کیونکہ اس کا نام مذکورنہیں“[الإصابة لابن حجر:۸/۲۲۰]

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۷) نے بھی مسند احمد والی اس حدیث میں ھذلی کے علاوہ باقی سارے رجال کو ثقہ قرار دیا، چنانچہ کہا:

”**رواه أحمد والهذلي لم أعرفه، وبقية رجاله ثقات**“

”اسے احمد نے روایت کیا ہے، ھذلی کو میں جان نہیں سکا اوراس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں“[مجمع الزوائد للهيثمي: ۸/۱۸]

معلوم ہوا کہ اس راوی کو امام عبدالرزاق، امام ابن حبان، حافظ ابن حجر اور امام ہیثمی رحمہم اللہ نے ثقہ کہا ہے اوراس پر ایک حرف کی بھی جرح موجود نہیں ہے لہٰذا یہ راوی ثقہ ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام عبدالرزاق کی تعدیل کے سبب اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے کہا:

”**وهذا إسناد رجاله ثقات إلا الرجل المبهم، ولم يسم**“

”اس سند کے سارے رجال ثقہ ہیں سوائے مبہم شخص کے کیونکہ اس کا نام مذکورنہیں ہے“[جلباب المرأة المسلمة :ص:۱۴۲]

اور جن لوگوں نے اسے مجہول کہا ان پر رد کرتے ہوئے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”**فإن الحكم عليه بالجهالة لا يتمشى مع تصريح عبد الرزاق بأنه رجل صالح ؛ فإن من علم حجة على من لم يعلم، ومن الظاهر أن الذى ترجموه لم يقفوا على تصريحه هذا، وإلا لنقلوه**“

”اس پر جہالت کا حکم لگانے والی بات چل نہیں سکتی کیونکہ امام عبدالرزاق نے صراحت کردی ہے کہ یہ نیک آدمی ہے، اور جس کے پاس علم ہے وہ حجت ہے اس پر جس کے پاس علم نہیں ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ جن لوگوں نے اس کا ترجمہ لکھا ہے وہ لوگ امام عبدالرزاق کی اس صراحت پر آگاہ نہیں ہوسکے ورنہ اسے بھی نقل کرتے“[جلباب المرأة المسلمة :ص:۱۴۴]

اس تفصیل سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحیح مسلم کی اس حدیث کو طاؤس سے صرف ابن طاؤس ہی نے نہیں بلکہ عمرو بن دینار نے بھی نقل کیا ہے۔ (جاری ہے)

(قسط ثانی)

آزمائش: رحمت یا زحمت

عتیق الرحمٰن عبید الرحمٰن سلفی

محترم قارئین: اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے، ہماری تخلیق کا بھی ایک مقصد ہے، اور بے مقصد کام کرنا نقص اور عیب کی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شان بے کار اور بے مقصد کاموں سے پاک ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ. فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾

"کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے، اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا مالک ہے"

[المؤمنون:١١٥-١١٦]

بالکل اسی طرح ہمارے اردگرد جو فتنے اور آزمائشیں موجود ہیں، ان کی تخلیق بھی حکمت پر مبنی ہے، ان کے الگ الگ مقاصد ہیں، یہ آزمائشیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں، ان آزمائشوں میں بعض شرِ محض ہیں، ان میں بھلائی کا کوئی پہلو موجود نہیں ہے، جیسے دجال کا فتنہ، شیطان کا فتنہ وغیرہ۔ اور بعض ایسی آزمائشیں ہیں جن میں خیر وشر، رحمت اور زحمت کے دونوں پہلو موجود ہیں، ان کے ساتھ ہمارا جو رویہ ہے وہ بہت اہم ہے، کیونکہ ہمارا رویہ اور سلوک اس آزمائش کو رحمت بنا دیتا ہے اور ہمارا برا کردار اسے ہمارے لیے زحمت بنا دیتا ہے۔ کیونکہ ہر آزمائش اللہ کے حکم اور اجازت سے ہی نازل ہوتی ہے اور تقدیر کا حصہ ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

"کوئی مصیبت اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں پہنچ سکتی، جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" [التغابن:٦٤]

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

"عِظَمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ"

"جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا ثواب ہوتا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے آزماتا ہے، پھر جو کوئی اس سے راضی وخوش رہے تو وہ اس سے راضی رہتا ہے، اور جو کوئی اس سے خفا ہو تو وہ بھی اس

سے خفا ہو جاتا ہے‘‘[سنن إبن ماجة : ٤٠٣١، حسن]

محترم قارئین: جتنے بھی فتنے اور آزمائشیں ہیں، ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ایک شبہات کا فتنہ، دوسرے شہوات کا فتنہ

فتنۂ شبہات: اس کا مطلب ایسے امور جو انسان کے دل میں دین وایمان کے تعلق سے شک اور شبہ پیدا کر دیں، شرک وکفر میں داخل کردیں، حق وباطل، سنت وبدعت، سچ وجھوٹ، صحیح وغلط کی تمیز ختم کردیں، جو انسان کے دین وآخرت کو خلط ملط کردیں۔ ایسے لوگ سب سے زیادہ نقصان میں ہیں، کیونکہ ان کا عقیدہ اور منہج، فکر وعمل سب شبہات کی نذر ہو جاتا ہے پھر بھی اپنے آپ کو سب سے بہترین اور ہدایت پر سمجھتے ہیں، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا. الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

’’کہہ دیجیے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں‘‘[الكهف: ١٠٣-١٠٤]

اس فتنے کا علاج علم نافع ہے جو کتاب وسنت کی تعلیم اور فہم ومنہج صحابہ پر مبنی ہو۔

فتنۂ شہوات: اس کا مطلب ایسی مادی چیزوں کی لالچ ہو، جن کی محبت میں انسان اپنے دین وایمان کو نقصان پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ﴾

’’مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کر دی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے‘‘[آل عمران: ١٤]

ان فتنوں کا علاج اللہ کا تقویٰ اور آخرت پر ایمان ویقین ہے۔

محترم قارئین! ایک مومن ہمیشہ ان دونوں حالتوں میں فتنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے بہترین زندگی گزارتا ہے، اور خیر ہی خیر پاتا ہے۔

ایک انسان کو اللہ تعالیٰ دو اعتبار سے آزماتا ہے، اسے نعمت دیتا ہے اور مصیبت دیتا ہے تا کہ اس کی آزمائش کرے، اس میں گھبرانا نہیں ہے بلکہ دو صفات اپنے اندر پیدا کرنا ہے، کیونکہ یہ دونوں صفات بندے کے اندر بصیرت اور سنجیدگی پیدا کرتی ہیں، صبر و شکر سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں خوبیوں کا ایک ساتھ کئی مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ ''بلاشبہ ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے اس (ماجرے) میں بہت سی عبرتیں ہیں'' [سورة سبأ:١٩]

پیارے نبی ﷺ نے ایک مومن کی یہی دونوں خوبیاں ذکر کی ہے کہ وہ صبر اور شکر کے ذریعے آزمائش کا مقابلہ کرتا ہے اور ہمیشہ خیر میں رہتا ہے۔

''عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إنَّ أمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وليسَ ذاكَ لأَحَدٍ إلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إنْ أصابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكانَ خَيْرًا له، وإنْ أصابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكانَ خَيْرًا له''

''مومن کا بھی عجب حال ہے اس کا ثواب کہیں نہیں گیا۔ یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہے اگر اس کو خوشی حاصل ہوئی تو وہ شکر کرتا ہے اس میں بھی ثواب ہے اور جو اس کو نقصان پہنچا تو صبر کرتا ہے اس میں بھی ثواب ہے'' [صحيح مسلم: ٢٩٩٩]

جب ایک شخص کو اللہ کی طرف سے نعمت ملے تو اسے رب العالمین کا شکر گزار ہونا چاہیے، اس نعمت کو رب کی طرف منسوب کرنا چاہیے، تواضع اختیار کرنا چاہیے، نعمت کو اللہ کی اطاعت اور نیکی میں استعمال کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا چاہیے، نعمت کو رب کا فضل وکرم اور احسان ماننا چاہیے، اور سب کے حقوق ادا کرنا چاہیے، یہی شکر گزاری اس آزمائش کو بندے کے لیے سراپا خیر و بھلائی بنا دیتی ہے، کیونکہ اس سے رب خوش ہوتا ہے اور نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے، اور نعمتیں باقی بھی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بندوں سے یوں وعدہ فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ ''اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ بے شک اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا'' [ابراهيم:٧]

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم الشان پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو شکر گزار بندہ کا خطاب عطا فرمایا ہے:

﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾

''اے ان لوگوں کی اولاد! جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کر دیا تھا، وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا'' [الإسراء:٣]

تمام نعمتوں کے تعلق سے انبیاء کرام اور اہل ایمان کا یہی رویہ اور سلوک رہتا ہے، اسی لیے نعمتیں ان کے لیے رحمت بن جاتی ہیں، اور وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس بعض افراد اور قومیں نعمت کی آزمائش میں

فیل ہوجاتی ہیں، کیونکہ وہ کفر اور ناشکری کرتی ہیں، اور نعمتوں کو اپنے لیے زحمت اور مصیبت بنالیتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے شدید عذاب کی وعید سنائی ہے۔﴿وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ ''اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے'' [إبراهيم:٧]

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب کی نعمتیں یاد دلائیں، شکر و عبادت کی ترغیب دی، لیکن انہوں نے شکر کا راستہ نہیں اپنایا تو اللہ نے ان کو تباہ و برباد کردیا کیونکہ ناشکری بربادی کا راستہ ہے، ان کی نعمتیں ان کے لیے زحمت اور عذاب بن گئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

''اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد جانشین بنایا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلا و زیادہ دیا، سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو'' [الاعراف:٦٩]

اہل ایمان کی راہ ذکر و شکر کی راہ ہے وہ رب کے اس فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾

''اس لیے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکرگزاری کرو اور ناشکری سے بچو'' [البقرة:١٥٢]

یہ خوبی بڑی عظیم ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی صفت کے طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

''اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے، اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ کرلیا تھا اور انہیں راہ راست سجھادی تھی'' [النحل : ١٢١]

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جب ملکۂ سبا کا تخت چشم زدن میں حاضر کردیا گیا تو انہوں نے اس نعمت کو رب کا فضل کہا اور تواضع اختیار کیا، رب کا شکر ادا کیا، تکبر و بڑائی سے دور رہے، اللہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ﴾

''جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں۔ جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکرگزاری کرتا ہوں یا ناشکری'' [النمل : ٤٠]

محترم قارئین: نعمت بھی فتنہ وآزمائش ہے، اور ہر نعمت جو آپ کے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے: ''وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ'' ''اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے'' [النحل: ۵۳]

بلکہ جب انسان دنیا میں آتا ہے تو اس کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا جسم اور کان آنکھیں اور دل سب اللہ تعالیٰ دے کر بھیجتا ہے تاکہ انسان رب کا شکر ادا کرے، انسان کا اپنا وجود بھی اللہ کا عطیہ ہے اسے اپنے رب کا احسان مند ہونا چاہیے، رب کی شکر گزاری انسان کا فطری حق اور پیدائشی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ ''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیے، تاکہ تم شکر کرو''۔ [النحل:۷۸]

شکر بھی ان اعمال میں سے ہے جو انسان کو رب کے عذاب سے نجات دلاتے ہیں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا﴾

''اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور باایمان رہو، اللہ تعالیٰ بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے'' [النساء:۱٤۷]

اور ایسے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں: ﴿وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ﴾ ''میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں'' [سبا: ۳٤]

اللہ کے انعام اور فضل وکرم پر شکر گزاری سے اللہ خوش ہوتا ہے، اور اللہ کی خوشی سے بڑی کوئی نعمت ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ ''اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرے گا'' [الزمر:۷]

اور ناشکری اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے: ﴿وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں'' [الزمر:۷]

اور شکر گزاری کا پورا فائدہ خود بندے کو ہی ملتا ہے: ﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ﴾ ''شکر گزار اپنے ہی نفع کے لیے شکر گزاری کرتا ہے'' [النمل:٤٠]

ناشکری کے انجام بد کو سمجھنے کے لیے فرعون، قارون، نمرود، قوم عاد، قوم ثمود، قوم سبا وغیرہ کی قرآنی مثالیں کافی ہیں۔

اس لیے انبیاء کرام اور اہل ایمان کی طرح شکر گزار بنیں تاکہ خوشحالی اور نعمتوں کی آزمائش میں کامیابی حاصل کرسکیں، اور دنیا وآخرت میں انعام واکرام کی زندگی گزارسکیں اور رب کے خاص بندوں میں شامل ہوجائیں۔

جاری ہے............

ایصالِ ثواب سے متعلق ضعیف ومردود روایات

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

کچھ لوگ اپنی بعض نیکیوں کے ثواب کوفوت شدہ لوگوں کے لیے ہدیہ کرتے ہیں اوراسے ایصالِ ثواب کا نام دیتے ہیں ،اوراپنے اس عمل کودرست ثابت کرنے کے لیے کچھ روایات پیش کرتے ہیں،ذیل میں ان تمام روایات کی حقیقت بیان کی جارہی ہے،سب سے پہلے یہ تمام روایت ایک ساتھ ملاحظہ فرمالیں:

۱: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے میں ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں،کون سا صدقہ افضل ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا: پانی۔ چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوایااورکہا: یہ ام سعد کے لیے ہے۔[سنن ابی داؤد:۔ ج: ۲،ص:: ۱۸۰، حدیث:۱٦۸۱]۔

۲: فرمانِ رسول ﷺ ہے: جوقبرستان میں گیا،گیارہ بارسورہ اخلاص پڑھ کرمردوں کواس کا ایصالِ ثواب کرے گا تومردوں کی تعداد کے برابرایصالِ ثواب کرنے والے کواس کااجر ملے گا۔[کشف الخفاء:۔ ج:۲، ص: ۲۵۲، حدیث:۲٦۲۹]۔

۳: فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ جوکوئی تمام مومن مردوں اورعورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اللہ اس کے لیے ہرمومن مردوعورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔[مجمع الزوائد:۔ ج:۱۰، ص:۳۵۲، حدیث‘ ۱۷۵۹۸]۔

۴: فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ مردہ کا حال ڈوبتے ہوئے انسان کی مانند ہے کہ وہ شدت سے انتظار کرتا ہے کہ باپ یاماں یابھائی یاکسی دوست کی دعااس کو پہنچے اورجب کسی کی دعااسے پہنچتی ہے تواس کے نزدیک وہ دنیااوراس میں جوکچھ ہے اس سے بہتر ہوتی ہے۔اللہ قبروالوں کوان کے زندہ متعلقین کی طرف سے ہدیہ کیاہواثواب پہاڑوں کی مانندعطافرماتاہے،زندوں کاہدیہ(یعنی تحفہ)مردوں کے لیےدعائے مغفرت کرناہے۔[شعب الایمان:۔ ج:٤، ص: ۲۵۳، حدیث:۷۸۰۵]۔

۵: فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گااوراس کے(یعنی خیرات کرنے والے کے)ثواب میں کوئی بھی کمی نہیں آئے گی۔[شعب الایمان:۔ ج:٤، ص:۲۰۵، حدیث:۷۹۱۱]۔

٦: فرمانِ رسول ﷺ ہے:بندہ جب والدین کے لیے دعا ترک کردیتا ہے تواس کا رزق قطع ہوجاتا ہے۔[کنز العمال:۔ ج:۱٤، ص:۲۰۱، حدیث:٤۵۵٤۸]۔

۷: فرمانِ رسول ﷺ ہے: اگر کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے موت کے بعد صدقہ کریں تو جبرئیل علیہ السلام اس صدقہ کو ایک نورانی طبق میں رکھ کر صاحبِ قبر سے کہتے ہیں: اے قبر والے: یہ ہدیہ ہے جو تیرے گھر والوں نے تیری طرف بھیجا ہے۔[طبرانی]۔

۸: امام طاؤس رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی فوت ہوتا ہے ۷ دن قبر میں اس کی بڑی آزمائش ہوتی ہے، صحابہ، تابعین اس زمانے کے پہلے لوگ مستحب سمجھتے تھے کہ ۷ دن تک ان کے نام سے کھانے پکا کر ایصال ثواب کرتے تھے۔

[حلیة الاولیاء :۔جلد:٤ صفحه :١١]۔

اب اگلی سطور میں ان تمام روایات کی حقیقت بالتفصیل ملاحظہ ہو:

پھلی روایت:

۱: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے میں ان کی طرف سے صدقہ کرنا چاہتا ہوں، کون سا صدقہ افضل ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی۔ چنانچہ انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا: یہ ام سعد کے لیے ہے۔[سنن ابی داؤد:۔ ج:۲، ص:: ۱۸۰، حدیث:١٦٨١]۔

اصل الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ رَجُلٍ،عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، أَنَّهُ قَالَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟، قَالَ:الْمَاءُ ، قَالَ:فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ:هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.[سنن أبی داؤد:۔١٣٠/٢،رقم:١٦٨١٤]۔

یہ روایت ضعیف ہے، اس کی سند منقطع ہے۔ کیونکہ رجل سعید ابن المسیب یا حسن البصری کی ملاقات سعد بن عبادہ سے ثابت نہیں ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا رد کرتے ہوئے کہا:

قُلْتُ:لَا فَإِنَّه غَيْرُ مُتَّصِلٍ .[تلخیص المستدرك للحاكم:۔ ج:١،ص:٤١٤]۔

دوسری روایت:

۲: فرمانِ رسول ﷺ ہے: جو قبرستان میں گیا، گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر مردوں کو اس کا ایصالِ ثواب کرے گا تو مردوں کی تعداد کے برابر ایصالِ ثواب کرنے والے کو اس کا اجر ملے گا۔[کشف الخفاء: ج:۲، ص:۲۵۲، حدیث: ۲٦۲۹]۔

اصل الفاظ یہ ہیں:

مَنْ مَرَّ بِالْمَقَابِرِ فَقَرَأَ إِحْدَىٰ عَشَرَةَ مَرَّةً " قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَد"، ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ الأَمْوَاتَ، أُعْطِيَ مِنَ الأَجرِ بِعدَدِ الأَمْوَاتِ رَوَاهُ الرَّافِعِيُّ فِي تَارِيخِهِ عَنْ عَلِي.[كشف الخفاء:۔۲/ ۳۳۹]۔

مصنف نے حوالہ دیا ہے کہ اس کی تخریج رافعی نے کی ہے اب اصل رافعی کی کتاب سے یہ روایت مع سند ومتن ملاحظہ ہو:

ابوالقاسم الرافعی القزوینی فرماتے ہیں:

قَرأتُ عَلَى وَالِدِى رَحِمَهُ اللّٰه لَيْلَةَ الْخَمِيْسِ التَّاسِعِ عَشَرَ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ سَنَةَ خَمس وَسِتِّينَ وَخَمسَ مِائة أَخْبَرَكُمْ أَبُو الْفَضْلِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْن سعد بْن عنتر التميمى أنبأ أبو عثمان إسماعيل ابن مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمد الْوَاعِظُ أَنْبَأَ الْخَطِيبُ أَبُو مَنْصُورٍ عَبْدُ الرَّزَّاقِ بن أحمد ابن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَزَّالُ ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ ابن مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ وَأَبُو سَهْلٍ إِسْمَاعِيل بْنُ عَبْدِ لُوَهَّابِ قَزْوِينَ سنة ثلاثين وثلاثمائة ثنا داوٗد بْنُ سُلَيْمَانَ الْغَازِيُّ. أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:"مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ فِيهَا إِحْدَى عَشَرَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ الأَمْوَاتَ أُعْطِيَ مِنَ الأَجْرِ بِعَدَدِ الأَمْوَاتِ." [التدوين فى أخبار قزوين:۔۲/۲۹۷]۔

یہ روایت موضوع من گھڑت ہے اسے داؤد بن سلیمان الغازی نے گھڑا ہے، اس کذاب نے علی بن موسیٰ الرضا کے نام پر ایک پورا نسخہ وضع کر رکھا تھا اور اس روایت کو وہ اپنے اسی خود ساختہ نسخہ سے روایت کر رہا ہے لہٰذا اس روایت کے موضوع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

داؤد بن سليمان الجرجانى الغازى.عن على بن موسى الرضا وغيره. كذبه يحيى بن معين، ولم يعرفه أبو حاتم، وبكل حال فهو شيخ كذاب له نسخة موضوعة على الرضا رواها على بن محمد بن مهرويه القزوينى الصدوق عنه، قال: حدثنا على بن موسى، أخبرنا أبى (عن أبيه)عن جده، عن على بن الحسين، عن أبيه، عن على مرفوعا: اختنوا أولادكم يوم السابع، فإنه أطهر وأسرع نبتا للحم، إن الارض تنجس من بول الاقلف أربعين يوما.[ميزان الاعتدال:۔۲/۸]۔

نیز ملاحظہ ہو:[الجرح والتعديل :۔۳/۴۱۳]۔

اسی روایت کوابومحمد الخلال نے بھی روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

حدثنا أحمد بن إبراهيم بن شاذان ، ثنا عبد اللّٰه بن عامر الطائی ، حدثنی أبی ، ثنا علی بن موسی، عن أبيه ، موسی ، عن أبيه ، جعفر ، عن أبيه ، محمد ، عن أبيه ، علی ، عن أبيه الحسين ، عن أبيه علی بن أبی طالب قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من مر علی المقابر وقرأ قل هو اللّٰه أحد إحدى عشرة مرة ، ثم وهب أجره للأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات .

[ضائل سورة الإخلاص للحسن الخلال :۔ص:٥٤]۔

عبداللہ بن عامر اوراس کے باپ عامر طائی دونوں کذاب ہیں ، اور یہ بھی اسی من گھڑت اور خود ساختہ نسخہ کی روایت کرتے ہیں:

۞ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) نے کہا:

عبداللّٰه ابن أحمد بن عامر أو أبوه فإنهما يرويان نسخة عن أهل البيت كلها باطلة.

[الموضوعات :۔٢٨٩/٢]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

عبداللّٰه بن أحمد بن عامر، عن أبيه، عن علی الرضا، عن آبائه بتلك النسخة الموضوعة الباطلة، ما تنفك عن وضعه أو وضع أبيه. [ميزان الاعتدال :۔٣٩٠/٢]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

عبد اللّٰه بن احمد بن عامر عن أبيه عن علی الرضا عن آبائه بتلك النسخة الموضوعة الباطلة ما تنفك عن وضعه أو وضع أبيه قال الحسن بن علی الزهری وكان أميا لم يكن بالمرضی وروی عنه الجعابی وابن شاهين وجماعة مات سنة أربع وعشرين وثلاث مائة .[لسان الميزان :۔٢٥٢/٣]۔

۞ امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۶۳ھ) نے کہا:

عبد اللّٰه بن أحمد بن عامر له عن أبيه عن أهل البيت نسخة باطلة ما تنفك عن وضعه أو وضع أبيه.[تنزيه الشريعة المرفوعة :۔٧١/١]۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے، کشف الخفاء کا پورا نام ہی یہی ہے ”**کشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث علی ألسنة الناس**“.

نیز اس روایت سے ملتی روایت کو محمد طاہر الفتنی رحمہ اللہ نے بھی موضوعات میں نقل کیا ہے اورانہوں نے بھی یہ صراحت کردی ہے کہ یہ روایت من گھڑت نسخہ سے روایت کی گئی ہے، ملاحظہ ہواس کتاب کے الفاظ:

من مر بالمقابر فقرأ الإخلاص إحدى وعشرين مرة ثم وهب أجره للأموات أعطى من الأجر بعدد الأموات من نسخة عبد الله بن أحمد الموضوعة.[تذكرة الموضوعات:۔ ص:۲۲۰]۔

۞ تیسری روایت:

۳: فرمان رسول ﷺ ہے: کہ جوکوئی تمام مومن مردوں اورعورتوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اللہ اس کے لیے ہر مومن مردوعورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔[مجمع الزوائد:۔ ج: ۱۵، ص:۳۵۲، حديث:۱۷۵۹۸]۔

اصل الفاظ یہ ہیں:

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً . رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَإِسْنَادُهُ جَيِّدٌ .

[مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:۔ ۲۱۰/۱۰]۔

اسے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اب طبرانی کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

حدثنا عمرو بن أبی الطاهر بن السرح، ثنا عبد الغفار بن داؤد أبو صالح الحرانی، ثنا موسى بن أعين، عن بكر بن خنيس، عن عتبة بن حميد، عن عيسى بن سنان، عن يعلى بن شداد بن أوس، عن عبادة بن الصامت، قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من استغفر للمؤمنين والمؤمنات كتب اللّٰه له بكل مؤمن ومؤمنة حسنة.[مسند الشاميين للطبرانی :۔۲۳٤/۳]۔

اس کی سند میں **عیسیٰ بن سنان الحنفی** ہیں اور یہ ضعیف ہیں، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ(المتوفی:۔۲۳۳ھ) نے کہا:

ضعيف. [تاريخ ابن معين ۔رواية الدورى :۔۳۳۵/۳]۔

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ(المتوفی:۲۴۱ھ) نے کہا:

ضعيف.[الجرح والتعديل :۔۲۷۷/٦ وسنده صحيح]۔

۞ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ(المتوفی:۔۲۷۷ھ) نے کہا:

ليس بقوى فى الحديث.[الجرح والتعديل :۔۲۷۷/٦]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

ضعفه أحمد، وابن معين، وهو ممن يكتب حديثه على لينه.[ميزان الاعتدال:۔ ۳۱۲/۳]۔

ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

ضعيف الحديث وقواه بعضهم.[المغنى فى الضعفاء للذهبى :۔ص: ۱۰۹]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

لين الحديث.[تقريب التهذيب:۔ ۳۵٤/۱]۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے اس میں اور علتیں بھی ہیں۔

۞ تنبیہ:

مذکورہ روایت کا ایک شاہد بھی ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰ھ) نے کہا:

حدثنا محمد بن زكريا ثنا قحطبة بن عرابة ثنا أبو أمية بن يعلى عن سعيد بن أبى الحسن عن أمه عن أم سلمة قالت قال النبى صلى اللّٰه عليه و سلم: (من قال كل يوم اللهم اغفر لى وللمؤمنين والمؤمنات الحق به من كل مؤمن حسنة .[معجم الكبير:۔۳۷۰/۲۳]۔

اس کی سند میں ابوامیہ ضعیف ہے۔

امام ہیثمی فرماتے ہیں:

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ قَالَ كُلَّ يَوْمٍ:اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، أُتْحِفَ بِهِ مِنْ كُلِّ مُؤْمِنٍ حَسَنَةً .رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ أَبُو أُمَيَّةَ بْنُ يَعْلَى، وَهُوَ ضَعِيفٌ.[مجمع الزوائد ومنبع الفوائد :۔ ۲۱۰/۱۰]۔

۞ چوتھی روایت:

۴: فرمانِ رسول ﷺ ہے کہ مردہ کا حال ڈوبتے ہوئے انسان کی مانند ہے کہ وہ شدت سے انتظار کرتا ہے کہ باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی دعا اس کو پہنچے اور جب کسی کی دعا اسے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک وہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سے بہتر ہوتی ہے۔اللہ قبر والوں کو ان کے زندہ متعلقین کی طرف سے ہدیہ کیا ہوا ثواب پہاڑوں کی مانند عطا فرماتا ہے زندوں کا ہدیہ (یعنی تحفہ) مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہے۔[شعب الايمان:۔ ج:٤، ص:۲٥۳، حديث:۷۸۰٥]۔

اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأُشْنَانِيُّ، أنا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، نا الْفَضْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْأَنْطَاكِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الْمِصِّيصِيُّ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نا يَعْقُوبُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ، فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ " قَالَ أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ: " وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، لَمْ يَقَعْ عِنْدَ أَهْلِ خُرَاسَانَ، وَلَمْ أَكْتُبْهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الشَّيْخِ "، قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ: قَدْ رَوَاهُ بِبَعْضِ مَعْنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ الْبَصْرِيُّ أَبُو بَكْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، وَابْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، يَنْفَرِدُ بِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. [شعب الإيمان:۔ ١٠/٣٠٠و١١/٤٧٢]۔

اسے ضیاء الدین، المقدسی نے بھی[المنتقى من حديث الأمير أبي أحمد وغيره:۔ ٢٦٨/١]۔

اور[السنن :۔ ٨٦/٢]۔ میں ابن شاذان: **حدثنا محمد بن الفضل العطار** کے طریق سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یہ روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے اس کی سند میں الفضل بن محمد بن عبداللہ بن الحارث بن سلیمان الانطا کی ہے یہ کذاب راوی ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا بأحاديث لم نكتبها عن غيره وأوصل أحاديث وسرق أحاديث وزاد فِي المتون. [الكامل في ضعفاء الرجال :۔ ١٢٦/٧]۔

نیز امام ابن عدی نے اسے کذاب بھی کہا ہے، حمزة بن یوسف السہمی کہتے ہیں:

سمعت بن عدی والدارقطني وغيرهما يقولون إنه كذاب لا يساوی شيئا. [سؤالات حمزة :۔ ص:٢٤٨]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۔ ۳۸۵ھ) نے کہا:

فضل بن محمد العطار الأحدب، حدثونا عنه، كذاب. [كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني

ص:۱۹ فی الاصل فطر والصواب فضل]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ)نے کہا:

الفضل بن محمد العطار عن مصعب بن عبد اللہ قال الدارقطنی کان یضع الحدیث. [المغنی فی الضعفاء للذہبی :۔ص: ۱۱۷]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس کے کذاب اور وضاع ہونے سے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔[لسان المیزان:۔۴/۴۴۸]۔

اس کے علاوہ سند میں موجود محمد بن جابر بن ابی عیاش المصیصی بھی مجہول ہے۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ)نے کہا:

محمد بن جابر بن أبی عیاش المصیصی لا أعرفه. [میزان الاعتدال:۔۳/۴۹۶]۔

۞ تنبیہ:

ایک روایت میں بعض الفاظ کے ساتھ احمد بن محمد العسانی کے ذریعہ فضل بن محمد العطار کی متابعت منقول ہے۔

چنانچہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ(المتوفی:۵۹۷ھ)نے کہا:

أخبرنا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسُّونٍ، قَالَ:أَنْبَأَ الْمُبَارَکُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، قَال: أَنْبَأَ عَبْدُ الْعَزِیزِ الْأَزَجِیُّ، قثنا أَبُو بَکْرٍ الْمُفِیدُ، قثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسَّانِیُّ، قثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، قثنا ابْنُ الْمُبَارَکِ، قثنا یَعْقُوبُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَدِيَّةُ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الاسْتِغْفَارُ لَهُمْ، وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ الدُّورِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ.[البر والصلة لابن الجوزی :۔ص:۱۳۲]۔

لیکن اول تو اس روایت کا دارومدار بھی محمد بن جابر پر ہے جس کے بارے میں امام ذہبی کا قول پیش کیا جاچکا ہے کہ یہ نامعلوم شخص ہے۔

دوم اس سند میں بھی کذاب اور وضاع راوی محمد بن احمد بن محمد ابوبکر المفید موجود ہے۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ)نے کہا:

محمد بن أحمد بن محمد أبو بکر المفید محدث مشهور مجمع علی ضعفه واتهم . [المغنی فی الضعفاء للذہبی :۔ص:۴]۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت موضوع و من گھڑت ہے نیز امام ذہبی رحمہ اللہ(المتوفی:۷۴۸ھ)نے کہا:

محمد بن جابر بن أبی عیاش المصیصی. لا أعرفه. وخبره منکر جدا. روی الفضل بن محمد الباھلی، وعبد اللّٰه بن خالد الرازی، عنه، قال: حدثنا ابن المبارک، عن یعقوب بن القعقاع، عن مجاھد، عن ابن عباس، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ما المیت فی قبره إلا کالغریق ینتظر دعوة تلحقه من أب أو أم أو صدیق، وإن اللّٰه لیدخل من الدعاء علی أھل القبور کأمثال الجبال، وإن ھدیة الاحیاء إلی الاموات الاستغفار لھم. زاد الرازی: والصدقة عنھم. [میزان الاعتدال :۔۳/۴۹۶]۔

علامہ محمد طاہر قطنی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کوموضوعات میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو: [تذکرة الموضوعات:۔ ص:۲۱۶]۔

۞ پانچویں روایت:

۵: فرمان نبوی ﷺ ہے کہ جب تم میں سے کوئی کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے (یعنی خیرات کرنے والے کے) ثواب میں کوئی بھی کمی نہیں آئے گی۔ [شعب الایمان:۔ ج:۴، ص:۲۰۵، حدیث:۷۹۱۱]۔

اصل الفاظ یہ ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الرُّوذْبَارِيُّ، نا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَوْذَبٍ، إِمْلَاءً بِوَاسِطَ، نا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْعَوَّامِ، نا مَنْصُورُ بْنُ صُقَيْرٍ، نا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ الْحَرَّانِيُّ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي: إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَتَصَدَّقَ صَدَقَةً فَاجْعَلْهَا عَنْ أَبَوَيْكَ، فَإِنَّهُ يَلْحَقُهُمَا، وَلَا يُنْتَقَصُ مِنْ أَجْرِكَ شَيْئًا. [شعب الإیمان :۔۱۰/۳۰۴]۔

یہ روایت بھی موضوع ومن گھڑت ہے، سند میں **عباد بن کثیر** راوی ہے۔

۞ امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۰ھ) نے کہا:

فاحذروا روایته. [الکامل فی الضعفاء :۔۴/۳۳۳ وسنده صحیح]۔

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) نے کہا:

لیس بشیء فی الحدیث. [تاریخ ابن معین روایة الدارمی :۔ص: ۱۴۶]۔

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ) نے کہا:

عباد بن کثیر اسوأ حالا من الحسن بن عمارة وأبی شیبة إبراھیم بن عثمان روی أحادیث کاذبة لم یسمعھا. [الجرح والتعدیل موافق:۔۶/۸۴]۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵٦ھ) نے کہا:

عباد بن كثير الثقفي البصرى: سكن مكة، تركوه.[الضعفاء للبخاری۔مكتبة ابن عباس:۔ ص:۸۹]۔

۞ امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) نے کہا:

عباد بن كثير البصرى كان بمكة متروك الحديث.[الضعفاء والمتروكين :۔ص:۷٤]۔

۞ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ) نے کہا:

لم يكن بشيء وهو من أهل البَصْرَة.[سؤالات محمد بن عثمان بن أبى شيبة لعلى بن المدينى :۔ ص: ٥٠]۔

۞ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲٦۴ھ) نے کہا:

لا يكتب حديثه ،وكان لا يضبط الحديث.[الجرح والتعديل موافق :۔٦/۸٤و سنده صحيح]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

عبادِ بن كثير واه.[تنقيح التحقيق فى أحاديث التعليق :۔ ١/١٢٧]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

عباد بن كثير الثقفى البصرى متروك قال أحمد روى أحاديث كذب. [تقريب التهذيب موافق رقم :۔ ١/٢٠٥]۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عباد بن منصور جھوٹی حدیثیں بیان کرتا تھا، لہٰذا مذکورہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے، نیز سند میں دیگر اور علتیں بھی ہیں۔

۞ چھٹی روایت:

٦: فرمان رسول ﷺ ہے: بندہ جب والدین کے لیے دعا ترک کردیتا ہے تو اس کا رزق قطع ہوجاتا ہے۔[كنز العمال:۔ ج:١٤، ص:٢٠١، حديث:٤٥٥٤٨]۔

اصل الفاظ یہ ہیں:

إذا ترك العبد الدعاء للوالدين فإنه ينقطع عنه الرزق. [ك فى التاريخ والديلمى ۔عن أنس]۔[كنز العمال :۔١٦/٦٧٥]۔

امام حاکم اور امام دیلمی کی سند ایک ہی ہے۔ چنانچہ:

امام شہردار بن شیرویہ بن شہردار الدیلمی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أحمد بن خلف كتابة ، أخبرنا الحاكم ، حدثنا محمد بن أحمد بن سعيد الرازی ، حدثنا العباس بن حمزة حدثنا أحمد بن خالد الشيبانی ، حدثنا الحسن بن أحمد ، حدثنا يزيد بن عقبة بن المغيرة النوفلی ، حدثنا الحسن البصری بمكة ، سمعت أنس بن مالک ، قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم :"إذا ترک العبد الدعاء للوالدين فإنه ينقطع عنه الرزق فی الدنيا." [الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس لابن حجر ـ مخطوط (ن) ص:۳۲۲]

امام ابن الجوزی نے اس کی سند کو اس طرح بیان کیا ہے:

أَنْبَأَنَا زَاهِرُ بْنُ طَاهِرٍ أَنْبَأَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْبَيْهَقِيُّ أَنْبَأَنَا أَبُو عبد اللّٰه مُحَمَّدابْن عبد اللّٰه الْحَاكِمُ أَنْبَأَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَرِّيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ النَوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"إِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَيْنِ فَإِنَّهُ يَنْقَطِعُ عَلَى الْوَالِدِ الرِّزْقُ فِي الدُّنْيَا." [الموضوعات لابن الجوزی:ـ۸۶/۳]۔

یہ روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے، سند میں احمد بن خالد الشیبانی الجویباری ہے۔

۞ امام ابن الجوزی نے اسی راوی کو اس روایت کے سلسلے میں متہم قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَالْمُتَّهَم بِهِ الجويباری. [الموضوعات لابن الجوزی :ـ۸۶/۳]۔

واضح رہے کہ جب موضوعات کی کتاب میں لَا يَصِحُّ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ روایت موضوع ہے۔

۞ امام دارقطنی نے بھی اس راوی کو متروکین میں شمار کیا ہے۔[الضعفاء والمتروکون للدارقطنی :ـص:۹]۔

۞ موضوعات پر لکھنے والے کئی اہل علم نے اس روایت کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو: [اللآلیء المصنوعة :ـ۲۹۵/۲، وتنزیه الشریعة :ـ۲۸۱/۲، رقم:۷، والفوائد المجموعة:ـص:۲۳۱]۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے۔

۞ ساتویں روایت:

۷: فرمانِ رسول ﷺ ہے: اگر کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے موت کے بعد صدقہ کریں تو جبرئیل علیہ السلام اس صدقہ کو ایک نورانی طبق میں رکھ کر صاحبِ قبر سے کہتے ہیں: اے قبر والے! یہ ہدیہ ہے

جو تیرے گھروالوں نے تیری طرف بھیجا ہے۔[طبرانی]۔

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ أَسْلَمَ الصَّدَفِيُّ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُنْكَدِرِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ:سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ الشَّامِيَّ، يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَمُوتُ مِنْهُمْ مَيِّتٌ فَيَتَصَدَّقُونَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهِ، إِلَّا أَهْدَاهَا إِلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى طَبَقٍ مِنْ نُورٍ، ثُمَّ يَقِفُ عَلَى شَفِيرِ الْقَبْرِ، فَيَقُولُ: يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيقِ، هَذِهِ هَدِيَّةٌ أَهْدَاهَا إِلَيْكَ أَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا، فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ، فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ، وَيَحْزَنُ جِيرَانُهُ الَّذِينَ لَا يُهْدَى إِلَيْهِمْ بِشَيْءٍ لَا يُرْوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، تَفَرَّدَ بِهِ ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ.[المعجم الأوسط:۔٣١٤/٦،رقم : ٦٥٠٤]۔

یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔

اس میں دوعلتیں ہیں:

پہلی علت:

اس کی سند میں ابومحمد الشامی ہے۔

۞ امام ازدی نے اسے کذاب کہاہے:

۞ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) نے کہا:

أبو محمد الشامي يروى عن التابعين قال الأزدي كذاب مجهول .[الضعفاء والمتروكين لابن الجوزي:۔۲۳۹/۳]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

أبو محمد الشامي.روى حديثا عن بعض التابعين منكرا.قال الازدي:كذاب.[ميزان الاعتدال :۔ ٥٧٠/٤]۔

۞ امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷ھ) نے کہا:

رواه الطبراني في الأوسط وفيه أبو محمد الشامي قال عنه الأزدي كذاب.[مجمع الزوائد :۔ ١٨٣/٣]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

أبو محمد الشامي روى حديثا عن بعض التابعين منكرا قال الأزدي كذاب.[لسان الميزان:۔ ١٠٢/٧]۔

امام ابن العراق الکنانی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۶۳ھ) نے کہا:

أبو محمد الشامي عن بعض التابعين قال الأزدي كذاب مجهول.[تنزيه الشريعة المرفوعة :۔ ۱/ ۱۳۳]۔

گویا کہ تمام محدثین نے امام ازدی کی بات سے اتفاق کیا ہے لہٰذا یہ راوی کذاب ہے۔

دوسری علت:

امام طبرانی کے شیخ محمد بن داوٗد بن اسلم الصدفی کے حالات نامعلوم ہیں، شیوخ طبرانی پر کتاب لکھنے والے نایف بن صلاح بن علی المنصوری نے کہا:

مات في ربيع الأول سنة سبع وتسعين ومائتين. [فتح الباب :۔ ٤٦١٤، تاريخ الإسلام :۔ ٢٦٧/٢٢، المقفى الكبير:۔ ٦٤٥/٥]۔

قلت: مجهول الحال. [إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني:۔ ص:٥٤٧]۔

آٹھویں روایت:

۸: امام طاؤس رحمہ اللہ نے کہا: جب کوئی فوت ہوتا ہے تو ۷ دن قبر میں اس کی بڑی آزمائش ہوتی ہے، صحابہ، تابعین اس زمانے کے پہلے لوگ مستحب سمجھتے تھے کہ ۷ دن تک ان کے نام سے کھانے پکا کر ایصال ثواب کرتے تھے۔

[حلية الاولياء:۔ ج:٤، ص:١١]۔

اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

حدثنا أبو بكر بن مالك، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، ثنا أبي، ثنا هاشم بن القاسم، ثنا الأشجعي، عن سفيان، قال: قال طاؤس: إن الموتى يفتنون في قبورهم سبعا، فكانوا يستحبون أن يطعم عنهم تلك الأيام.[حلية الأولياء وطبقات الأصفياء :۔ ١١/٤]۔

یہ کوئی قرآن کی آیت یا حدیث نہیں بلکہ امام طاؤس کا قول ہے، لہٰذا یہ شرعی دلیل نہیں۔

نیز امام طاؤس سے یہ ثابت بھی نہیں کیونکہ ان کے حوالہ سے یہ بات نقل کرنے والے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے عن سے روایت کیا اور یہ مدلس ہیں۔[الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين:۔ ص:٣٩]۔

تنبیہ:

بعض لوگ امام طاؤس کے اس قول کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لیے واضح رہے کہ مذکورہ قول امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا نہیں ہے نیز اگر ان کا قول ہوتا بھی تو بھی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی۔

(تیسری اور آخری قسط)

آصف حسین رافضی اپنی تحریر کے آئینے میں

بجواب

کفایت اللہ سنابلی اپنی تحقیق کے آئینے میں

انصاری محبوب

نام نہاد تضاد نمبر (۱۸) کی حقیقت: اس تحریر میں معترض نے شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ کی کتاب سے دو عبارتیں نقل کی ہیں، ایک میں عبدالوہاب کو ابن سعد رحمہ اللہ کی جرح کی بنیاد پر متکلم فیہ بتلایا گیا ہے اور اس کے مقابلے ایک عبارت پیش کی جس میں ایک راوی پر ابن سعد رحمہ اللہ کے تفرد کے بنیاد پر جرح کو رد کردیا گیا یعنی بیمار معترض باور یہ کرانا چاہتے ہیں ایک جگہ شیخ کفایت اللہ ابن سعد کی منفرد جرح کو قبول کررہے ہیں اور ایک جگہ رد کررہے ہیں۔

عرض ہے کہ پہلی عبارت میں راوی کو محض متکلم فیہ بتلانے کے لیے جرح پیش کی گئی تھی نا کی راوی کی تضعیف کے لیے، جبکہ دوسرے مقام پر جو تردید کی گئی ہے وہ تضعیف کی تردید ہے، اس لیے یہاں ابن سعد رحمہ اللہ کی منفرد جرح مردود ہوگی۔ اور یہ بات پہلی عبارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی عبارت میں راوی کو متکلم فیہ بتلانے کے باوجود بھی اسے ثقہ ہی مانا گیا ہے۔ اور اس سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عبدالوہاب پر جرح کی ہوئی ہے یعنی اس پر کلام کیا گیا ہے لہٰذا شیخ کا مقصد محض متکلم فیہ بتلانا ہے اور شیخ نے یہ چیز اس سیاق میں کہی ہے کہ ثقات کی جماعت سند کو ایک کیفیت سے بیان کرتی ہے جبکہ عبدالوہاب یا ان کے مقابل جس پر جرح بھی ہوئی ہے وہ الگ کیفیت سے بیان کرتے ہیں یعنی ایک خاص روایت میں تغلیط پر یہ چیز زیر بحث تھی نا کی راوی کی تضعیف پر، پر ہمارے معترض کی عقل ہی ایسی ہے کہ انہیں ہر جگہ تناقض نظر آتا ہے۔

نام نہاد تضاد نمبر (۱۹) کی حقیقت: یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنی عادت سیئہ کے مطابق نام نہاد تناقض دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ایک مقام پر شیخ حفظہ اللہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تحقیق پیش کی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینے سے شام گئے تھے اور اس کے مخالف ڈاکٹر صاحب نے کتاب سے یہ بات نقل کی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سبائیوں کی سازشوں سے بعض صحابہ بھی متاثر ہوگئے تھے، مثلاً عمار بن یاسر اور ابوذر رضی اللہ عنہما، معترض کا اعتراض یہاں یہ ہے کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ شیخ کفایت اللہ کے مطابق مدینے سے شام چلے گئے تھے تو ان تمام کاموں میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام کیسے آسکتا ہے؟ عرض ہے صاحب کند ذہن! شیخ حفظہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام گئے تھے، اس سے کب انکار کیا کہ وہ واپس اس دور میں نہیں آئے بلکہ اس

کے برعکس پوری بحث کی ہے جس میں ایسی روایت نقل کی جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں مدینہ واپس آنا منقول ہے، تفصیل دیکھیں (یزید بن معاویہ۔۔۔۱۹۴ سے ۱۹۸ تک) یہ تھی حقیقت اس نام نہاد تضاد کی۔

نام نہاد تضاد نمبر (۲۰) کی حقیقت: اس تحریر میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ شیخ حفظہ اللہ نے جس تفصیل مع دلائل کے ساتھ ایک روایت پر کلام کیا ہے (کتاب یزید بن معاویہ۔۔۔۔صفحہ ۹۰۱ سے ۹۰۷) اسی اصول کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دوسری روایت کو اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں صحیح کہا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، دونوں روایات کا معاملہ بالکل مختلف ہے پہلی روایت میں انقطاع کے بعد اس کے متن کا صحیح شاہد تو دور اس کے خلاف اسی مفہوم کا دوسرا واقعہ انہی کے بیٹے کا موجود تھا جو اس طرف اشارہ کر رہا تھا کہ کسی غیر ثقہ سے امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے وہ واقعہ لیا تھا، جبکہ دوسری روایت کو خود شیخ حفظہ اللہ نے شواہد کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ تفصیل اس روایت کی تعلیق میں پیش کی گئی ہے، جب دونوں روایات کا معاملہ مختلف ہے تو پھر تضاد کیسا؟

نام نہاد تضاد نمبر (۲۱) کی حقیقت: ڈاکٹر صاحب نے یہ نام نہاد تناقضات والی تحریریں لکھ کر خود اپنا مذاق بنایا ہے نیز دجال کذاب خائن جیسے خطابات کے بھی لائق ہو چکے ہیں جس کی متعدد مثالیں ماضی میں پیش کی جا چکی ہیں اور یہ بھی ایک مثال ہے، یہاں آصف صاحب اعتراض کچھ یوں کرتے ہیں کہ شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ ایک طرف اپنی کتاب انوار البدر میں حماد بن سلمہ کو مختلط نہیں مانتے تو دوسری طرف اپنے دوسرے مضمون میں انہی کو مختلط باور کرا کے روایت پر اعتراض کر رہے ہیں۔

عرض ہے کہ اصل میں ڈاکٹر صاحب نے یہاں بدترین خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور الٹا شیخ حفظہ اللہ پر الزام ڈال دیا جس مضمون میں شیخ حفظہ اللہ نے حماد بن سلمہ پر اختلاط کی بحث کی ہے وہ تحقیقی و ذاتی موقف کے اعتبار سے نہیں بلکہ الزامی صورت کی تھی جس کی تفصیل انہوں نے متعلقہ مقام کے کچھ پہلے ہی کر دی تھی، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

سب سے پہلے یہ واضح ہو کہ یہ دوسری علت اپنی جملہ تفصیلات کے ساتھ ہمارے نزدیک قادح نہیں ہے، لیکن احناف اور اسی طرح زبیر علی زئی صاحب کے اصولوں کی روشنی میں الگ الگ اعتبار سے یہاں علت موجود ہے اس لیے ان حضرات کو چاہیے کہ اپنے اصولوں ہی کا لحاظ کریں اور اس روایت کو ضعیف قرار دیں۔ (ایام قربانی اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم مع اشکالات کا ازالہ صفحہ نمبر: ۳۴)

یہ کتنی واضح بات ہے، یہ علت بطورِ الزام شیخ حفظہ اللہ نے پیش کی تھی پر ہمارے خائن ڈاکٹر کو تضاد نظر آ گیا، سبحان اللہ!!

نام نہاد تضاد نمبر (۲۲) کی حقیقت: معترض کا یہ نام نہاد تناقض کچھ اس طرح ہے کہ شیخ حفظہ اللہ نے کتاب "احکام القرآن للطحاوی"، میں ایک مقام پر روایت کی سند میں بعض راوی کے ساقط ہونے کی مدلل گفتگو کی اور بطور دلیل مخطوط میں

موجود نقص واغلاط بھی پیش نظر رکھی اور اسی کتاب یعنی احکام القرآن سے بعض مقام پر اختلاف کی صورت میں دلیل بھی بیان کی، جواباً ہم آپ سے یہ کہتے ہیں اب ایسا تو نہیں ہے کہ کتاب میں موجود ہر عبارت ہی میں غلطی واقع ہوئی ہے جہاں دلیل خطا پر ملے گی وہاں یہ بحث ہوگی پہلی عبارت میں شیخ حفظہ اللہ نے دلیل کی روشنی میں گفتگو کی کہ امام طحاوی رحمہ اللہ ایک ثقہ امام ہیں پھر وہ کیسے اپنی پیدائش سے پہلے وفات پانے والے شخص سے صیغۂ تحدیث کے ساتھ روایت کریں گے جبکہ دوسری عبارت میں خود ابو موسیٰ نے بھی مومل سے علی صدرہ والے الفاظ بیان کرر کھے ہیں نیز جس متن میں مختلف ہونے کی بات کی تھی اس میں نماز کے دوسرے حصے کا ذکر ہے ہاتھ باندھنے اور اس کی کیفیت کا ذکر ہے ہی نہیں، پھر یہاں کیسے مخطوط کی غلطی کہی جاسکتی ہے۔

نام نہاد تضاد نمبر (۲۳) کی حقیقت: یہ اعتراض بھی بڑا مضحکہ خیز ہے، سقم فہم ڈاکٹر نے پہلی عبارت میں شیخ حفظہ اللہ سے جو نقل کیا ہے اس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ہم اگر ابن حجر یا امام ذہبی رحمہما اللہ یا ان کے علاوہ کوئی محدث کسی متقدم محدث سے کوئی کلام نقل کرتا ہے اور وہ کلام کا نقل کسی کتاب سے ہو چاہے اس کا ثبوت واضح طور پر یا اشارتاً ملے گرچہ وہ کتابیں ہمیں نا ملی ہوں یا ملی ہوں پر اس میں وہ کلام موجود نہیں ایسے اقوال بھی لائق حجت ہیں، یہ بات ہے شیخ حفظہ اللہ کی، اور اس کے مخالف جتنی دلیل بیمار ڈاکٹر نے پیش کی ان تمام کی تمام کا تعلق اس بحث سے قطعاً نہیں، وہاں پر کلام صاحبِ کتاب سے لے کر جارح کے کلام پر ہے اور شیخ پہلی عبارت میں بحث صاحبِ کتاب کا صاحبِ کتاب سے نقل کرنے پر کرر ہے ہیں۔

نام نہاد تضاد نمبر (۲۴) کی حقیقت: اس تحریر میں بھی موصوف معترض نے اپنی جہالت کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے، دراصل ایک جگہ ڈاکٹر صاحب شیخ کفایت اللہ حفظہ اللہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ حفظہ اللہ نے امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا صحابہ وتابعین کے دور کے بیان کو عدمِ دلیل کی بنیاد پر رد کر دیا اور دوسرے مقام پر اسی دور کے بیان پر ابن کثیر رحمہ اللہ سے دلیل بھی پکڑ رہے ہیں۔

جواباً عرض ہے کہ پہلے مقام پر شیخ نے عدمِ دلیل کی بنیاد پر بات کو رد کیا تھا جبکہ دوسرے مقام پر دلیل کی بنیاد پر بات قبول کی ہے، اور اس کی تائید میں ابن کثیر رحمہ اللہ کا بیان نقل کیا تھا جس کی دلیل اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۷ پر موجود تھی۔

یہ تھی ڈاکٹر صاحب کی کل کائنات جس میں انہوں نے دجل، خیانت، جہالت، کند ذہنی اور کذب ان تمام اوصاف کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے اور الٹا شیخ کفایت اللہ سنابلی حفظہ اللہ پر الزامات لگائے۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب ''صحیح الادب المفرد'' سے متعلق طاہر قادری کا مغالطہ

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے ''صحیح الادب المفرد'' اس میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''الادب المفرد'' سے صرف وہ احادیث ذکر کی ہیں جو صحیح ہیں اور جو ضعیف احادیث تھیں انہیں اس کتاب کے دوسرے حصہ ''ضعیف الادب المفرد'' میں نقل کیا ہے۔

ڈاکٹر طاہر قادری صاحب نے عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے علامہ البانی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ علامہ موصوف نے امام بخاری رحمہ اللہ کتاب ''الادب المفرد'' سے کئی احادیث کو نکال دیا ہے۔

عرض ہے کہ ڈاکٹر طاہر قادری نے علامہ البانی پر تنقید کے لیے ان کی سلسلہ تصحیح وتضعیف میں سے بالخصوص ''صحیح الادب المفرد'' کا انتخاب کیوں کیا؟

یہ بہت اہم سوال ہے اور اس کا جواب طاہر قادری کی مکاری اور مغالطہ بازی کو واضح کرتا ہے، غور کریں کہ کیا علامہ البانی رحمہ اللہ نے تصحیح وتضعیف کا یہ کام صرف امام بخاری کی کتاب ''الادب المفرد'' ہی کے ساتھ کیا ہے؟

ہرگز نہیں۔ بلکہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے تو یہ کام دوسرے درجہ کی کتبِ احادیث یعنی سنن کے ساتھ بھی کیا ہے، ان میں سے ہر کتاب کی احادیث کو صحیح اور ضعیف کے اعتبار سے دو الگ حصوں میں رکھ دیا ہے۔

اب طاہر قادری کو اگر تنقید ہی کرنا تھا تو علامہ البانی کی کتاب ''صحیح سنن نسائی'' کا انتخاب کرتا، ''صحیح سنن ابوداؤد'' کا انتخاب کرتا، ''صحیح ابن ماجہ'' کا انتخاب کرتا، بلکہ اس سے بہتر تھا کہ ''صحیح الترمذی'' کا انتخاب کرتا کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بہت سی احادیث پر صحت وحسن کا حکم لگایا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''ضعیف الترمذی'' میں نقل کیا ہے؟

یہ سب دوسرے درجہ کی احادیث اور ''الادب المفرد'' کی بنسبت ان کے دفاع کی زیادہ ضرورت ہے لیکن طاہر قادری نے ایسا نہیں کیا، کیوں؟

تو اصل بات یہ کہ طاہر قادری عوام کے بھولے پن سے فائدہ اٹھا کر انہیں مغالطہ دینا چاہتا ہے، ''صحیح الادب المفرد'' کے انتخاب میں اس کا دو مقصد ہے:

اول: امام بخاری رحمہ اللہ کی مقبولیت اور ان کی جلالتِ علمی مسلمانوں کے بیچ مسلم ہے، اب اگر یہ دکھا دیا جائے کہ اتنے بڑے امامِ حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے نہیں بخشا تو دیگر ائمہ ان کی تنقید سے کہاں بچ سکتے ہیں۔

دوم: عوام امام بخاری رحمہ اللہ کے نام سے ایک ہی کتاب سے واقف ہیں اور وہ ہے صحیح بخاری، طاہر قادری کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو یہ مغالطہ دیا جائے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری پر تنقید کیا ہے۔

اور وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہے۔ چنانچہ میرے پاس اَن گنت لوگ طاہر قادری کی یہ ویڈیو لے کر یہ کہتے ہوئے آئے کہ کیا علامہ البانی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی حدیثوں کو ضعیف کہہ کر بخاری سے انہیں نکال دیا ہے؟

پھر ہم نے انہیں بتایا ''صحیح الادب المفرد'' یہ الگ کتاب ہے، نیز یہ کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے جس طرح کا کام ''الادب المفرد'' پر کیا ہے بجنسہ یہی کام سنن اربعہ پر بھی کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے ڈاکٹر طاہر قادری نے دفاعِ حدیث کے لئے علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق السنن کا انتخاب نہیں کیا؟

یہ تو بات ہوئی ڈاکٹر طاہر کی مکاری اور مغالطہ بازی پر، اب آیئے اصل اعتراض کا جواب سنئے:

اعتراض یہ ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''الادب المفرد'' سے بعض احادیث کو نکال دیا ہے، اس اعتراض کا بہت سے اہل علم نے جواب دیا ہے لیکن ایک اہم نکتہ سب نے نظرانداز کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ''صحیح الادب المفرد'' امام بخاری کی کتاب ہے؟

اب تک بہت سارے اہل علم نے امام بخاری کی تصنیفات کو گنایا ہے کیا کسی نے اس فہرست میں ''صحیح الادب المفرد'' کا نام بھی پیش کیا ہے؟

عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ ''صحیح الادب المفرد'' یہ امام بخاری کی کتاب ہے ہی نہیں تو پھر اس میں کمی بیشی کا الزام ہی مردود ہے۔

یہ الزام اس وقت درست ہوتا جب علامہ البانی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی اصل کتاب ''الادب المفرد'' کی طباعت کی ہوتی اور اس کے بعد اس میں کمی بیشی کر دیا ہوتا، جیسا کہ احناف کیا کرتے ہیں۔ مثلاً امام حبان کی کتاب ''المجروحین'' کی طباعت کی اور کتاب سے وہ حصہ اڑا دیا جس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر جرح تھی، ایسا حنفی طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو اسے اصل کتاب میں کمی بیشی کہتے ہیں۔

لیکن اگر ایک محدث کسی دوسرے محدث کی کتاب پر اپنی معلومات پیش کرنا چاہتا ہے تو یہ ایک الگ کتاب ہوتی ہے، مثلاً امام منذری رحمہ اللہ کی کتاب ہے'' الترغیب والترھیب ''اب اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی خدمات پیش کی ہیں اور اس میں کا اختصار کرتے ہوئے اس سے بہت سی ضعیف احادیث کو نکال دیا ہے، تو کیا یہ

کہا جائے گا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام منذری رحمہ اللہ کی کتاب سے بہت سی احادیث کو نکال دیا ہے؟

نیز علامہ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح الادب المفرد'' میں جن احادیث کو داخل نہیں کیا ہے انہیں اس کتاب کے دوسرے حصہ ''ضعیف الادب المفرد'' میں رکھا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تو ''الترغیب'' سے جن احادیث کو نکالا ہے انہیں سرے سے نکال ہی دیا ہے ان کا الگ سے ذکر نہیں کیا ہے، اب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

ترغیب کی مثال جانے دیجیے خود صحیح بخاری کی مثال دیکھیں، امام زبیدی رحمہ اللہ نے اس کتاب کا اختصار کیا ہے اور مکررات کو حذف کر دیا ہے اب کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ امام زبیدی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری سے نصف سے زائد احادیث نکال دی ہیں؟

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی شرح لکھی اور صحیح بخاری کی تشریح میں احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں بہت سی احادیث کا اضافہ کر دیا ہے؟

دراصل امام زبیدی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کا جو اختصار کیا ہے یہ امام بخاری کی تصنیف نہیں بلکہ امام زبیدی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی جو شرح لکھی ہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اپنی تصنیف ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ امام بخاری کی اصل کتاب میں حذف واضافہ کیا گیا ہے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ محدثین نے صحیح بخاری پر اپنی خدمات پیش کی ہیں کسی نے اس کی شرح کی، کسی نے اس کا اختصار کیا، کسی نے اس کی ثلاثیات کو یکجا کیا، کسی نے اس کی معلق روایات کو لے کر الگ سے کتاب لکھی ہے وغیرہ وغیرہ، اور یہ ساری کتابیں امام بخاری کے علاوہ دیگر لوگوں کی تسلیم کی جاتی ہیں اور ان میں تبدیلی آ جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اصل کتاب صحیح بخاری میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔

یہی معاملہ ''الادب المفرد'' کا بھی ہے یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ہے اس میں کسی نے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے البتہ بعض اہل علم نے اس کتاب پر اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ مثلاً کسی نے اس کی شرح لکھا ہے اور تشریح میں کچھ اور احادیث وغیرہ ذکر کیا ہے لیکن اس سے شارح پر یہ الزام ہرگز نہیں لگایا جا سکتا کہ اس نے اس کتاب میں اضافہ کر دیا ہے۔

اسی طرح علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب پر اپنی خدمات پیش کی ہیں اور اس میں موجود صحیح وضعیف احادیث پر دو حصوں میں کتاب لکھی ہے یہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی اپنی کتاب ہے، اور ایک مصنف اپنی کتاب کو جس طرح چاہے ترتیب دے اس کے اس طرز پر اعتراض کرنا یا تو بہت بڑی حماقت ہے یا پھر بدترین قسم کی مکاری اور مغالطہ بازی ہے۔

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

اسلامک انفارمیشن سینٹر، ہیلپ لائن

IIC HELPLINE

WHATSAPP HELPLINE NO. — واٹس ایپ ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ نمبرات پر اسلام کے متعلق کوئی بھی سوال (تحریری، آڈیو، ویڈیو) میں پوچھیں اور دلیل کے ساتھ جواب حاصل کریں۔

Send Your islamic (Text,Audio,Video) Questions & Get Authentic Reply With References.

PHONE HELPLINE NO. — فون ہیلپ لائن نمبر

808080 7836 | 808080 7837 | 808080 18 82

مذکورہ تینوں نمبرات پر فون سے رابطہ کریں اور اسلامی سوالوں کے جواب حاصل کریں۔

Call On These Numburs For islamic Questions & Get Authentic Reply

FATAWAA — فتاویٰ

وراثت، نکاح، طلاق، خلع و دیگر اہم مسائل کے تحریری فتاوے حاصل کریں،

تحریری سوالات بدست دیں یا بذریعہ ایمیل یا ڈاک بھیجیں۔

Send Your Written Questions By Hand/Post/Email & Get Written Fatawa On Virasat, Nikah, Talaq, Khula Etc... (Email : iicmumbaifatwa@gmail.com)

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mobile : 8080807836, 8080807837

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Date of Publication : 1st of Every Month
RNI No.-MAHURD/2011/49433 Postal Registration No. : MCE/281/2022-24
Posted on 4th and 5th of Every Previous Month

on: zoom

آن لائن تفسیرِ قرآن کورس

۲۸ ویں پارے کا ترجمہ اور تفسیر

آئیے قرآن کے پیغام کو اردو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پڑھیں اور سمجھیں۔

[مختصر وقت میں مکمل ایک پارے کا ترجمہ اور تفسیر سیکھیں]

شیخ حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی/حفظہ اللہ

کورس کا آغاز ان شاءاللہ بروز سنیچر 27/اگست 2022 (ہفتہ میں صرف تین دن: سنیچر، اتوار، پیر)

کورس کی مدت ایک ماہ — امتحان: بروز اتوار 2/اکتوبر 2022

کلاس ہر روز رات: 9:30/ بجے سے 10:15 تک (رجسٹریشن ضروری ہے۔)

امتحان دینے والے سبھی طلباء کو سرٹیفکیٹ دیا جائے گا۔

مکمل کورس فیس: 100 روپیے

Call Or WhatsApp
Brother's : +917045788256 | Sister's : 7045788253

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W),
Mobile : 8080807836, 8080807837

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav,
Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W),
Mobile : 8080801882

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

To,

Book Post